از

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

ناشر

مکتبہ اسلام

۲/۵۴ احمد علی لین۔ گوئن روڈ۔ لکھنؤ

بارہواں ایڈیشن

شوال ۱۴۳۲ھ ——— ستمبر ۲۰۱۱ء

نام کتاب : اپنے گھر سے بیت اللہ تک

مصنف : مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

ناشر : مکتبہ اسلام، گوئن روڈ، لکھنؤ

کتابت : ناشر کمپیوٹرز، امین آباد، لکھنؤ

قیمت : Rs.30/-

ملنے کا پتہ:

مکتبہ اسلام

روؤف مارکیٹ، ۱۴ گوئن روڈ، امین آباد، لکھنؤ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پہلے سفر حج ۱۳۶۶ھ (۱۹۴۷ء) پر جب گئے اور کئی مہینے حجاز مقدس میں قیام رہا اور اس سفر میں آپ کے ساتھ والدہ مخدومہ خیر النساء بہترؒ ہمشیرہ سیدہ امۃ اللہ تسنیمؒ اہلیہ سیدہ طیب النساءؒ اور بھانجہ مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ تھے تو ''اپنے گھر سے بیت اللہ تک'' کے نام سے حج کا سفر نامہ لکھا جو ماہنامہ ''الفرقان'' میں شائع ہوا۔

یہ پہلا سفر، ذوق وشوق اور کیف وسرور کا ایسا عالم رکھتا تھا جس کا بیان آسان نہیں اس سفر نامہ کا لفظ لفظ اس میں ڈوبا ہوا ہے، حضرت مولاناؒ ''کاروان زندگی'' حصہ اول میں اس سفر حج کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ہم لوگ ۲۹ رشعبان ۱۳۶۶ھ ۱۹ رجولائی ۱۹۴۷ء کو جدہ پہونچے، اس وقت جدہ کی بندرگاہ پر قدم رکھتے ہی وہ سرور وکیف حاصل ہوا جو بہت سے خوش نصیبوں کو حرمین شریفین میں حاصل ہوتا ہے۔(۱)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''گرمی کا رمضان تھا، لو زوروں پر چل رہی تھی، منھ میں روزہ دل میں جوش، آنکھوں میں آنسو، زبان پر درود، وشوقیہ ونعتیہ اشعار:

باد نسیم آج بہت مشکبار ہے   شاید ہوا کے رخ پہ کھلی زلف یار ہے

مدینہ طیبہ کے قیام کے دنوں کا کیا ذکر کیا جائے کہ:

---

(۱) کاروان زندگی ج اول، ص ۲۳۱

ع ہر روز، روز عید ہے ہر شب، شب برات (۱)

"اپنے گھر سے بیت اللہ تک" کے نام سے موسوم یہ نغمہ صرف روداد سفر نہیں بلکہ حج کے سفر کی ساری معلومات اس میں آ گئی ہیں اور قدم قدم پر ایسی رہنمائی ملتی ہے جس کے سہارے حاجی اپنا سفر طے کرتا چلا جاتا ہے۔

اس کے بعد حضرت مولانا کی ایک تقریر "حج کے چند مشاہدات و احساسات اور ایک دوسرا مقالہ جو ان کی کتاب "ارکان اربعہ" سے ماخوذ ہے اپنے موضوع کی ندرت اور مضمون کی اہمیت کے لحاظ سے شامل کتاب کیا جا رہا ہے۔

اس کتاب میں تیسرا مضمون "حج کے اقسام، طریقہ اور آداب" مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، ناظم ندوۃ العلماء کا ہے جو ان کی کتاب مقامات حج سے ملخص ہے اس سے عازمین حج نہایت سہولت سے حج کے طریقہ کو جان سکتے ہیں۔ اور ان کو حج کی ادائیگی میں اس سے بڑی مدد ملے گی۔

کتاب کے آخر میں مولانا سید محمد ثانی حسنی کی مکہ مکرمہ اور حج کے سلسلہ کی نظمیں ہیں اور اس کے بعد ان کا گلدستہ حمد و سلام اور مناجات ہے۔ جو دل کی دنیا کو جگا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ کتاب اللہ کے گھر جانے والوں کے لئے بہترین ساتھی ثابت ہو اور قلب و روح کو ایمان و یقین اور جذب و شوق سے لبریز کر دے اور عشق و محبت کی وہ حرارت پیدا کر دے جو ہر مسلمان کا سرمایہ زندگی ہے۔

محمد حمزہ حسنی

محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ — ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ

---

(۱) کاروان زندگی حصہ اول ص ۲۴۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ اللہ کر کے روانگی کی تاریخ آئی۔

''دن گنے جاتے تھے جس دن کے لئے''

جس دن کی آرزو لے کر اللہ کے لاکھوں نیک اور مقبول بندے دنیا سے چلے گئے۔ ہزاروں اولیاء اللہ عمر بھر اسی حسرت واشتیاق میں رہے، وہ ایک ظلوم وجہول بندہ کو نصیب ہو رہا ہے۔ ع

''برایں مژدہ گر جان فشانم رواست''

بہت چاہا کہ سوائے چند مخصوص دوستوں کے کسی کو خبر نہ ہو ایسے موقع پر ریا وعجب (خود پسندی) سے حفاظت اور اخلاص کامل بڑا اونچا مقام اور اللہ کے مخلص بندوں کا کام ہے۔ اگر سفر کی بسم اللہ ہی غلط ہوئی اور اخلاص میں فرق آیا تو بڑا خطرہ ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج

تا ثریا می رود دیوار کج

لیکن ایک سے دوسرے کو اور دوسرے سے تیسرے کو خبر ہو ہی گئی، اے اللہ دل کا نگہبان تو ہی ہے، اپنی ناکارگی، گناہوں اور شامت نفس کا پورا استحضار اور تیرے بے استحقاق احسان کا مراقبہ رہے، ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی اہمیت ومقبولیت کا وسوسہ اور ریا کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ آنے پائے۔

اللّٰھُمَّ اِنَّ قُلُوْبَنَا وَنَوَاصِیَنَا وَجَوَارِحَنَا بِیَدِکَ لَمْ تُمَلِّکْنَا مِنْھَا شَیْئاً فَاِذَا فَعَلْتَ ذَالِکَ	اے اللہ ہمارے دل، ہماری پیشانی کے بال، ہمارے اعضاء وجوارح سب تیرے ہاتھ میں ہیں تو نے

بنا فکن انت ولینا واھدنا الی سوآء السبیل۔

اس میں سے کوئی چیز بھی ہمارے اختیار میں نہیں دی۔ جب واقعہ یہ ہے تو پھر تو ہی ہمارا کارساز رہ اور ہم کو سیدھے راستہ پر لگا۔

تجربہ کاروں کا کہنا ہے کہ سفر میں سامان کم سے کم اور بس ضروری چیزیں لیجیے، زیادہ سامان کی وجہ سے بہت سی نعمتوں سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ آزادی نہیں رہتی اور بعض اوقات غلط کام کرنے پڑتے ہیں، جن کا ہمیشہ افسوس رہتا ہے۔

لیجیے دیکھتے دیکھتے چلنے کا وقت آ گیا، مگر وہ وقت نہیں ہے، ہر سفر کا آغاز دو رکعت نفل اور دعا سفر سے مسنون ہے، نہ کہ اتنا طویل، مبارک اور نازک سفر جس میں ہر آن خطرہ پونجی کے ڈوب جانے اور قلب و نیت کے قزاقوں کی رہزنی کا ہے، ساری عمر کا خشوع اگر اس ایک نماز میں اور زندگی بھر کا تضرع اگر آج کی دعا میں آ جائے تو بڑی بات نہیں۔ جسم و جان، قلب و ایمان، بر و بحر کے خطرے اس ایک سفر میں جمع ہیں، ہار جیت کا سفر ہے، ہار بھی ایسی کہ اس کے برابر کوئی ہار نہیں، اللہ کے گھر جائے اور اپنی شامت اعمال سے خالی ہاتھ آئے بلکہ گناہوں کی گٹھری الٹی پیٹھ پر لاد کر لائے۔

جنھیں چند اپنے ذمے دھر چلے
کس لیے آئے تھے اور کیا کر چلے

اور جیت بھی ایسی کہ کوئی فتح اور کامرانی اس کے برابر نہیں، گناہوں سے پاک دھویا دھلایا جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ

جس شخص نے محض اللہ کی خوشنودی کے لئے حج کیا اور بے حیائی اور گناہ

أمه۔ (بخاری ومسلم) | سے محفوظ رہا تو وہ پاک ہو کر ایسا لوٹتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے روز تھا۔

وہ سفر جس کا انعام جنت ہے:

الحج المبرور ليس له الجزاء إلا الجنة. (بخاری ومسلم) | حج مقبول کی جزا جنت ہی ہے۔

اس سفر کے لئے جو کچھ بھی مانگا جائے اور جس طرح دل کھول کر مانگا جائے کم ہے۔ مگر ناتجربہ کار عقل، پریشان دماغ، مضطرب دل، تھکا ہوا جسم، وقت تھوڑا، کہنا بہت، کہیں ایسا نہ ہو کہ غیر ضروری باتیں زبان پر آجائیں اور ضروری باتیں رہ جائیں۔ لیکن قربان رحمۃ للعالمین ﷺ کے کہ جیسے ہر دینی و دنیاوی ضرورت کے لئے جچی تلی دعائیں اور ہر شعبۂ زندگی کے لئے منتخب دعائیہ الفاظ امت کو عطا کر گئے۔ سفر کی بھی ایسی مکمل دعا تعلیم کر گئے جس میں نہ کسی اضافہ کی ضرورت ہے نہ کسی ترمیم کی۔ اور صد ہا احسانات کے ساتھ اس احسان کا بھی استحضار کر کے محبت وعظمت کے ساتھ درود پڑھ کر یہ مسنون وماثور الفاظ کہے:

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ

اے اللہ ہم تجھ سے اس سفر میں نیکی اور احتیاط کے طالب ہیں اور ایسے اعمال کے جو تجھے پسند ہوں اے اللہ ہمارے سفر کو ہمارے لئے آسان اور ہلکا بنا دے اور اس کی مسافت کو لپیٹ دے، اے اللہ تو سفر میں بھی ہمارے ساتھ ساتھ ہے

فِــي الأهْــلِ اَللّٰهُمَّ إنِّــي أَعُوذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالأَهْلِ وَالْوَلَدِ. (مسلم)

اور گھر میں بھی ہمارے پیچھے نگراں اور خیال رکھنے والا ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے سفر کی کلفت اور ایسی چیز سے پناہ چاہتا ہوں جس کے دیکھنے سے کوفت ہو اور مال واہل وعیال کی طرف بری واپسی سے۔

گھر سے رخصت ہوئے، سب کو اللہ کے حوالے کیا، اور اللہ کے حفظ وامان میں دیا، رخصت کرنے والوں نے بھی مسنون الفاظ میں اللہ کے گھر کے مسافر کو اللہ کی ودیعت وحفاظت میں دیا اور کہا:

أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِيْنَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ أَعْمَالِكَ.

میں اللہ کی امانت میں دیتا ہوں تمہارا دین اور تمہاری امانت اور تمہارے اعمال کا انجام۔

جس وقت گھر سے نکلے سفر شروع ہو گیا اور زبان پر یہ مسنون الفاظ آ گئے، جو بالکل مناسب حال ہیں:

اَللّٰهُمَّ بِكَ انْتَشَرْتُ، إِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَبِكَ اعْتَصَمْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ أَنْتَ ثِقَتِي وَأَنْتَ رَجَائِي اَكْفِنِي مَا أَهَمَّنِي وَمَا لَا أَهْتَمُّ بِهِ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ

اے اللہ میں تیرے سہارے چل کھڑا ہوا ہوں، اور تیری طرف رخ کر دیا ہے اور تجھے مضبوط پکڑ لیا ہے اور تجھ پر بھروسہ کیا ہے، تو ہی میرا سہارا ہے تو ہی میرا آسرا ہے جس چیز کی مجھے فکر ہے اور جس کی مجھے فکر نہیں اور جس کو تو

نَفْسَ اَنْتَ وَلَا اِلٰـہَ غَیْرُکَ زَوِّدْنِی التَّقْوٰی وَاغْفِرْلِی ذُنُوْبِی وَوَجِّھْنِی لِلْخَیْرِ اَیْنَمَا تَوَجَّھْتُ۔

زیادہ جانتا ہے سب کا تو خود ہی انتظام فرما دے، تیرے جوار میں آنے والا غالب ومحفوظ ہے۔ تیری مدح وتوصیف بلند ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تقوٰی کو میرا زادِ راہ بنا، میرے گناہوں کو معاف فرما اور جس طرف رخ کروں خیر ہی کی طرف میرا رخ کر۔

گاڑی آگئی، مسافروں کو ایذا دیئے بغیر سوار ہوئے، سامان کو قرینہ سے رکھا، بقدرِ ضرورت جگہ گھیری، وضو اور نماز کا انتظام کرلیا، سفر کے اس ہنگامہ اور شور وغل میں بھی اپنے سفر کی عظمت، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف توجہ اور اپنی بے بسی کا احساس قائم ہے، لوگوں سے محبت کے ساتھ رخصت ہوئے اور سفر کی کامیابی اور مقبولیت کے لئے خود ان سے دعا کی درخواست کی، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان سادہ دل بندوں میں کتنے مقبول بارگاہ ہوں گے، اور کتنوں کے جسم یہاں اور دل وہاں ہوں گے، اور کتنے بہت سے حجاج سے افضل ہوں گے۔

گاڑی روانہ ہوئی، اپنے ہم سفروں سے تعارف حاصل ہوا، ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ سفر کی سنت اور حکم ہے کہ ساتھیوں میں سے ایک کو سفر کا امیر بنا لیا جائے، سب نے اتفاق کیا اور ایک صاحبِ علم اور منتظم رفیق کو امیر بنایا، انھوں نے سب کی خدمت اور راحت کا عزم کیا، حج کے رفیقوں کو مخاطب کر کے اس سفر کی عظمت اور اس کے آداب وحقوق مختصر طریقے پر بیان کئے، نماز کا وقت آیا، ساتھیوں کو نماز کی طرف متوجہ کیا اور اعلان کیا کہ ان شاء اللہ نماز جماعت کے ساتھ ہوگی۔ گاڑی جنکشن پر

پہونچنے والی ہے۔ گاڑی ٹھہری اپنی جگہ کے محفوظ رہنے کا انتظام کیا، سب نے وضو کیا، پلیٹ فارم پر اذان ہوئی، امام نے وقت کا خیال کرتے ہوئے مختصر نماز پڑھائی، لوگ اپنی اپنی جگہ آ گئے، موقع ہوا تو سنتیں اور نوافل کھڑے بیٹھے پڑھ لئے، اگلی نماز کے وقت اتر کر پڑھنے کی مہلت نہ تھی، گاڑی کے اندر ہی جماعت کا اہتمام ہوا، مسافروں سے کہہ سن کر جگہ کی، اور فرض کھڑے ہو کر ادا کئے بعض نمازوں میں سب نے ایک ہی جماعت سے نماز پڑھی، بعض اوقات دو دو تین تین نے مل کر ایک ایک جماعت کر لی۔ رات کو سونے میں، اترنے اور چڑھنے میں، کسی چیز میں بھی کشمکش کی نوبت نہیں پیش آئی۔ لا جدال فی الحج (حج میں لڑائی جھگڑا نہیں) کی مشق یہیں سے شروع ہو گئی، الحمد للہ رفیقوں کو اعتماد اور مسافروں کو انس ہو گیا اس سے خود کو بھی راحت ملی اور دوسروں کو بھی عافیت ہوئی، اور زیادہ خرچ کرنے سے بھی جو آرام نہ ملتا وہ ایثار وخدمت سے ملا، کم خرچ بالا نشین اسی کو کہتے ہیں۔

راستہ میں دین ہی کا تذکرہ اور دین ہی کا مشغلہ رہا۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کی ''فضائل حج'' مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی کی ''زیارۃ الحرمین'' مفتی صاحب مظاہر العلوم کی ''معلم الحجاج'' مولانا عبد الماجد دریابادی کا ''سفر نامہ حجاز'' شیخ عبد الحق دہلویؒ کی ''جذب القلوب إلی دیار المحبوب'' ساتھ ہے، راستہ میں خواہ مخواہ کی وقت گزاری اور لایعنی گفتگو کی نوبت ہی نہیں آئی، مولوی احتشام الحسن کاندھلوی کی ''رفیق حج'' کے متعدد نسخے ساتھ ہیں، ساتھیوں کو دے دیئے کہ ایک دوسرے کو پڑھ کر سنائیں۔

باتیں کرتے کرتے آخری اسٹیشن آ گیا، مسافر اترے، سامان اترا، سب کو اتارا اور سب کچھ دیکھ بھال کر امیر صاحب اترے۔ قافلہ مسافر خانے پہنچا، سب اپنی اپنی

جگہ مقیم ہوئے، مستورات کے پردے کا پورا انتظام کیا۔ ابھی جہاز کی روانگی میں ایک ہفتہ باقی ہے، اکثر ضروریات سفر ہمراہ ہیں، پاسپورٹ بن چکا ہے، اگر نہیں بنا تو آسانی سے بن جائے گا، ٹکٹ کا مرحلہ بھی مشکل نہیں، سب کی صلاح ہوئی کہ یہ ہفتہ اپنی تیاری اور حجاج کی خدمت گزاری میں صرف ہو، سنا ہے کہ جس نوع کی خدمت مسلمانوں کی جائے اسی نوع کی مدد اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، جو مسلمان کو روٹی کھلائے گا اللہ اس کی روٹی کا انتظام فرمائے گا، جس کو مسلمانوں کی نماز کی فکر ہوگی اللہ اس کی نماز کی حفاظت اور اس کی ترقی کا انتظام فرمائے گا۔ اس لئے حجاج کے حج کی صحت اور اس کی روح کی فکر کی جائے گی تو ہمیں بھی اپنے حج کی مقبولیت اور اس کی روحانیت کی امید کرنی چاہئے اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ (جب تک ایک شخص اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے، اللہ اس کی مدد میں رہتا ہے) قرار یہ پایا کہ حجاج کا دائرہ بہت وسیع ہے کسی ایک کے بس کی بات نہیں، اس لئے جماعتیں بنائی جائیں اور اجتماعی طور پر نظم وانتظام سے کام شروع کیا جائے۔ خوش قسمتی سے تبلیغی جماعت کے افراد موجود ہیں جو حجاج کی دینی ضروریات کی تکمیل اور حج کے مسائل وفضائل لوگوں تک پہنچانے کی سعی کرتے ہیں، ان کی جماعت کو تلاش کرکے ان میں شرکت کی جو معلومات کتابوں کے مطالعہ سے مشکل سے حاصل ہوتے ہیں وہ ان کے ذریعہ ان کے تجربوں سے آسانی سے حاصل ہوگئے۔ مسافر خانہ اور حاجی کیمپ میں حجاج کی حالت دیکھ کر سخت قلق ہوتا ہے، حج کا سا عظیم الشان اور مقدس سفر جو سراسر عشق ومحبت کی تکمیل اور ایمان وتقویٰ کی تصویر ہے اور حالت یہ ہے کہ فرض نمازوں تک کا اہتمام نہیں، بیچ مسافر خانہ میں مسجد بنی ہوئی ہے، جہاں پانچ وقت بآواز بلند اذانیں ہوتی ہیں، وضو اور غسل کا انتظام ہے، مگر ذرا ذرا سی حقیقی وخیالی

ضرورتوں کی وجہ سے بے تکلف جماعت چھوڑ دی جاتی ہے، اس سے زیادہ تکلیف دہ منظر یہ ہے کہ بغیر کسی مشغولیت کے بھی بیسیوں آدمی نمازیں قضا کرتے ہیں، وقت مقرر ہوا، جماعتیں بنیں، حجاج کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا، سامان کی تیاری میں سخت انہماک ہے مگر اصل تیاری سے پوری غفلت، ضرورت کی کوئی چیز (جس کی ممکن ہے پورے سفر میں ضرورت نہ ہو) رہ نہ جائے مگر دین کے مبادی اور ارکان کی طرف بھی توجہ نہیں، سب سے اہم مسئلہ زندگی کی سب سے بڑی ضرورت اور حج کی بنیاد، مگر خدا معاف کرے ہمارے دوستوں کو بات سننے کی بھی فرصت نہیں، بہر حال خوشامد درآمد سے متوجہ ہوئے، دیکھ کر عقل حیران ہوگئی کہ کئی صاحبوں کا کلمہ تک درست نہیں اور مفہوم سے تو بہت کم آشنا، جماعتوں کی حاضری کی طرف توجہ دلائی اور عرض کیا کہ مسافر خانہ کی مسجد میں فلاں وقت حج کے متعلق روزآنہ کچھ عرض کیا جاتا رہے گا۔ آپ ضرور تشریف لائیں۔ یہ تیاری ہر تیاری پر مقدم ہے۔ ہمارے امیر صاحب نے اور دو ایک اور عالموں نے صبح اور عشاء کے بعد کچھ بیان کرنا بھی شروع کیا اور معلوم ہوا کہ حجاج میں احساس و توجہ کی ایک لہر پیدا ہوئی اور بہت سے لوگ گویا سوتے سوتے چونک پڑے "الفرقان" میں کام کا جو نقشہ دیا گیا ہے (۱) اس کے مطابق تعلیم و تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا گیا اور الحمد للہ بہت موثر و مفید ثابت ہوا۔

لیجئے جہاز (۲) کی روانگی کا دن آہی پہنچا، آج بڑے ہنگامے کا دن ہے، میدان حشر

---

(۱) جس سال یہ مضمون لکھا گیا تھا اسی سال ایک دو مہینے پہلے حجاج میں تعلیمی و تبلیغی کام کا ایک نقشہ اور پروگرام ماہنامہ "الفرقان" میں لکھا گیا تھا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

(۲) بحری جہاز مراد ہے خیال رہے کہ اس وقت عموماً حج کا سفر بحری جہاز سے ہی ہوتا تھا (ح،ن)۔

کا ایک نمونہ ہے۔ نفسی نفسی کا عالم ہے، ہر ایک کو اس کی فکر ہے کہ اس کو اچھی سے اچھی جگہ مل جائے اور سامان محفوظ رہے، قانونی مراحل سب طے ہوئے، سامان جہاز پر پہونچا، اب سوائے اللہ پر بھروسہ کے کوئی چارہ نہیں، جہاز پر داخلہ شروع ہو گیا، اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے یہ دن دکھایا، خدا وہ دن بھی دکھائے کہ سرزمین مقدس پر اترنا ہو، سفر عشق میں سامان راحت کا کیا سوال، پھر بھی اللہ کے احسان کے صدقے کہ ہم ضعیفوں کو امتحان میں نہیں ڈالا اور راحت وعافیت کی جگہ عطا فرمائی، لیجئے وہ سیٹی ہوئی، وہ لنگر اٹھا، وہ ہاتھ سلام کے لئے اٹھے، وہ رومال وداع کے لئے ہلے، ان سب کو سب نے دیکھا مگر بہتے ہوئے آنسوؤں کو کس نے دیکھا اور گلوگیر آواز کو کس نے سنا، جانے والو! حج وزیارت تم کو مبارک ہو، مومن کی معراج تم کو مبارک ہو، ہم مجبوروں کو نہ بھولنا۔ ع

"ہمیں بھی یاد رکھنا ذکر جب دربار میں آئے"

جہاز روانہ ہوا، سامان قاعدے سے لگایا، نئی جگہ کا جائزہ لیا اب بڑی فکر اس کی ہے کہ نمازوں کا انتظام کیا ہوگا، یہ بارہ چودہ دن جن سے زیادہ فرصت کے اوقات برسوں میں نصیب نہ ہوئے ہوں گے کس طرح گزریں گے، تیاری کی ایک مہلت اور عمر بھر کی غفلتوں کی تلافی کا ایک موقع ملا ہے شامت اعمال سے یہ بھی کہیں ضائع نہ ہو جائے، مشورہ کیا، چل پھر کر دیکھا معلوم ہوا کہ جہاز کی بالائی منزل پر نماز کے لئے ایک وسیع جگہ ہے، سمت قبلہ بتلانے کے لئے (جو جہاز پر ایک مشکل مسئلہ ہے) جہاز کی طرف سے انتظام ہے، چنانچہ لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کیا گیا کہ اذانیں انشاء اللہ وقت پر ہوں گی۔ حاجی صاحبان نماز کے لئے اذان کا انتظار کریں۔ ورنہ اس کا خطرہ ہے کہ بے وقت نماز پڑھ لی جائے، بالائی منزل پر نماز باجماعت ہوگی، قبلہ بتلانے کے لئے

جہاز کی طرف سے انتظام ہوگا بغیر تحقیق کے نماز نہ پڑھی جائے، الحمد للہ جماعت شروع ہوگئی، امام، موذن کا تعین ہوگیا۔

خیال ہوا کہ لاؤڈ اسپیکر سے فائدہ اٹھایا جائے اور حجاج کو ان کی قیام گاہوں پر مفید اور ضروری باتیں پہونچائی جائیں، چنانچہ ایسے اوقات میں جو کھانے اور ناشتہ اور سونے سے فراغت کے ہیں، تقاریر کا انتظام کیا گیا، کوشش کی گئی کہ دین کے عام احساس اور حج کی عظمت اور اس کے لئے تیاری کا خصوصی خیال پیدا کرنے والی اور دینی جذبات اور احساس ذمہ داری کو بیدار کرنے والی تقریریں کی جائیں، چنانچہ یہ سلسلہ شروع ہوا اور ہر مسافر نے بیٹھے بیٹھے، لیٹے لیٹے اپنی اپنی جگہ اس سے فائدہ اٹھایا، مستورات بھی مستفید ہوئیں۔

جہاز کے دن کامل فرصت و فراغت کے ہیں، زندگی کی سب سے بڑی مصروفیت نقل و حرکت تھی، مکان، دکان، کارخانہ، دفتر، سڑک، باغ، محلہ، شہر، یہاں کچھ نہیں، نیچے نیلا سمندر، اوپر نیلا آسمان، ان دونوں کے درمیاں لکڑی کے ایک تختہ پر انسانوں کی یہ بستی، کوئی کہیں آنا جانا چاہے بھی تو کہاں جائے، گھوم پھر کر وہی ایک محلہ، وہی لکڑی اور لوہے کا چھوٹا سا تیرتا ہوا گاؤں، نقل و حرکت کی جو کچھ عمر بھر کی عادت اور ہوس تھی چکر اور درد سر نے اس کو بھی پابند کر دیا، گویا سارے شوقین و بدشوق طالب علم امتحان سے پہلے مطالعہ کے ایک کمرے میں بند کر دیئے گئے، حیف ہے اگر اب بھی امتحان کی تیاری نہ کریں۔ خیال ہوا کہ جماعتوں کے گشت، انفرادی تبلیغ اور تعلیم و تلقین کا اس سے بہتر وقت اور مقام نہیں ہوسکتا، ناشتہ اور چائے کے بعد مسجد میں تعلیم کا اعلان ہوا، اور عصر کے بعد گشت کا نظام بنا، یہاں بھی وہی انکشاف ہوا جو پہلے ہوا تھا۔ دین کے مبادی و ارکان سے ناواقفیت، حج کے حقوق و آداب سے غفلت، آخر

مسلمانوں کی یہ آبادی سمندر کے کسی جزیرے سے تو نہیں آئی، اسی ہندوستان یا (پاکستان) سے تو آئی ہے، جہاں جہالت وغفلت عام ہے۔ حجاج مسلمانوں کی عام آبادی ہی کا جز ہیں، ان سے کسی چیز میں ممتاز اور عام حالات سے مستثنیٰ کس طرح ہو سکتے ہیں، خصوصاً جب کہ ان کا بڑا حصہ علمی ومالی حیثیت سے پسماندہ اور غیر تعلیم یافتہ طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔

حج کو جہاد کی ایک قسم کہا گیا ہے اور افضل قسم "افضل الجهاد حج مبرور"

حضرت عمرؓ نے فرمایا "شدوا الرحال في الحج فانه احد الجهادين" حج میں اپنے کجاوے مضبوط کسو، اس لئے کہ وہ بھی ایک جہاد ہے۔ بحری جہاز کا سفر اس سفر جہاد کا ایک مستقل شعبہ ہے۔ دردسر، چکر، امتلائی کیفیت اور اس میں نمازوں کی ادائیگی اچھا خاصہ جہاد ہے، اس میں کامیابی بغیر دینی تربیت اور پختہ عزیمت کے ممکن نہیں، جو لوگ بغیر کسی عذر کے بھی نماز کے پابند نہیں ان سے ایسی آزمائشوں کے ساتھ نماز وجماعت کا اہتمام بہت مشکل ہے، اس کے لئے بڑی ایمانی قوت کی ضرورت ہے اور اس ایمانی قوت کے پیدا کرنے کا ہمارے موجودہ نظام سفر میں کوئی اہتمام نہیں، الحمدللہ وعظ وتبلیغ سے کسی حد تک نفع ہوا، اور بہت سے لوگوں نے نمازوں کا اہتمام رکھا۔ جو لوگ دردسر وامتلائی کیفیت میں مبتلا تھے اور نقل وحرکت سے معذور تھے، وہ اپنی اپنی جگہ پڑے پڑے بھی اللہ کا ذکر زبان اور دل سے کرتے رہے۔

حج کے دو مستقل شعبے ہیں، ایک ضوابط وقوانین کا جس میں مومن کی اطاعت وانقیاد کا امتحان اور مظاہرہ ہے، ایک محبت وعشق کا جس میں اس کی عاشقانہ کیفیت اور والہانہ محبت کا ظہور مطلوب ہے۔ اور سچ پوچھئے تو حج کی روح اور حضرت ابراہیمؑ کی میراث یہی عشق ومحبت ہے، حج میں انھیں دبی ہوئی چنگاریوں کو ابھارنا اور اسی

محبت کی تربیت اور ترقی مقصود ہے۔ بعض طبیعتوں کے خمیر میں عشق و محبت داخل ہوتی ہے ان کو حج سے فطری مناسبت ہوتی ہے اس کے سب مشکلات ان کے لئے آسان اور اس کے سب مناسک وارکان ان کی روح کی غذا اور ان کے درد کی دوا ہوتے ہیں اگر یہ محبت و عشق فطری نہیں اور طبیعت خشک اور قانونی محض واقع ہوئی ہے تو مناسب ہے کہ اکتسابی طریقہ سے کسی نہ کسی درجہ میں محبت کی حرارت پیدا کی جائے۔ اس لئے کہ اس کے بغیر بعض اوقات حج ایک قالب بے روح ہو کر رہ جاتا ہے۔ محبت میں اکتساب کو اچھا خاصا دخل ہے اس کے دو آزمودہ طریقے ہیں۔ ایک محبوب کے جمال و کمال اور اس کے احسانات و کمالات کا مطالعہ و مراقبہ دوسرے اہل محبت کی صحبت، اور اگر وہ میسر نہ ہو تو ان کے عاشقانہ واقعات، حج سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے یہ دونوں راستے ممکن ہیں پہلے کا ذریعہ تلاوت اور ذکر و تفکر ہے، دوسرے کا ذریعہ عشاق و محبین اور شہدان محبت کے پر اثر واقعات ہیں جس میں صدیاں گزر جانے کے بعد بھی تازگی اور گرمی باقی ہے اور اب بھی وہ دلوں کی سرد انگیٹھیاں گرما دیتے اور بجھے ہوئے دلوں کو تڑپا دیتے ہیں۔ شیخ دہلوی کی ''جذب القلوب'' اور شیخ الحدیث سہارنپوری کی ''فضائل حج'' نیز حضرت جامی و خسرو کی عاشقانہ غزلیں اور نعتیہ کلام اس مقصد کے لئے بہت مفید ہیں۔ (۱)

اگر محبت کی یہ گرمی اور سوز، فطری یا کسبی طور پر موجود ہے تو روز بروز منزل کی کشش بڑھے گی، جب اس سرزمین مقدس کی جلی پہاڑیاں اور تپتی ہوئی ریت دور سے کہیں کہیں دکھائی دے گی جس میں کوئی مادی کشش اور کوئی ظاہری حسن نہیں ہے تو سو جان سے اس پر قربان ہو جانے کا جی چاہے گا اور اس کے ذرہ ذرہ میں دل آویزی

(۱) اس قسم کی منتخب اردو نظموں کا ایک حصہ کتاب کے آخر میں شامل ہے۔

اور محبوبیت معلوم ہوتی۔

لیجئے اعلان ہو رہا ہے فلاں وقت ہمارا جہاز ہندوستانیوں کے میقات یلملم کے محاذات پر پہونچے گا۔ حجاج احرام باندھنے کے لئے تیار رہیں، آج کئی دن سے تلبیہ کی مشق اور لبیک لبیک کی صدا گونج رہی ہے، دیکھتے دیکھتے وہ وقت آ گیا، لوگ پہلے سے غسل کئے ہوئے نماز پڑھ کر احرام کی دو بے سلی چادریں ایک اوپر ایک نیچے باندھے تیار تھے، بعض کے سر پہلے سے کھلے اور بعض کے ڈھکے تھے کہ ایک دم سے سیٹی بجی، سر کھل گئے اور ہر طرف سے صدا بلند ہوئی لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنھوں نے پہلے مدینہ طیبہ کا عزم کیا ہے انھوں نے ابھی احرام نہیں باندھا، وہ مدینہ طیبہ سے چل کر "ذو الحلیفہ" سے جس کو آج کل "بیر علی" کہتے ہیں، احرام باندھیں گے جو اہل مدینہ کا میقات ہے اور جہاں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا تھا۔

وقت گذرتے دیر نہیں لگتی، اب جدہ پہونچنے کی باتیں ہونے لگیں، بات کرتے کرتے جہاز لنگر انداز ہوا، اور جدہ کے پلیٹ فارم یعنی عرب کی سرزمین پر پہونچ گئے۔

هذا الذی کانت الأیام تنتظر

فلیوف لله أقوام بما نذروا

دل سینے سے نکلا جاتا ہے، کیا واقعی ہم عرب کی سرزمین پر ہیں کیا ہم اب دیارِ محبوب میں ہیں، کیا ہم مکہ معظمہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہیں؟ ع

آنچہ ما تنم بہ بیداریست یارب یا بخواب

سامان کا انتظام کیا اور اپنا پاسپورٹ دکھاتے اور معلم کا نام بتاتے پلیٹ فارم سے

باہر آئے، اللہ اللہ درو دیوار سے عاشقیت ٹپکتی ہے، مکہ معظمہ ابھی دور ہے، اور مدینہ طیبہ اس سے بھی دور جدہ کوئی مقدس مقام نہیں، نہ یہاں بیت اللہ نہ یہاں مسجد نبویؐ، نہ یہ حرم ابراہیمؑ، نہ یہ حرم رسولؐ، لیکن محبت کا آئین نرالا ہے، اس کو کیا کیجئے کہ جدہ کی گلیوں سے بھی انس اور محبت معلوم ہوتی ہے، غریب الدیار مسافر کو یہاں پہونچ کر بوئے انس آئی، برسوں کی محبت نے اپنی پیاس بجھائی، محبت، فلسفہ اور قانون سے آزاد ہے۔ یہاں کے قلی اور مزدور، سیاہ فام سوڈانی اور پیراہن دریدہ بدو بھی دل کو اچھے لگتے ہیں، یہاں کے دوکانداروں وخوانچہ فروشوں کی صدائیں، معصوم بچیوں اور بچوں کی کیفیں جن میں وہ حجاج سے سوال کرتے ہیں، دل میں اتری چلی جاتی ہیں۔ محبت عقل کو تنقید کی فرصت ہی نہیں دیتی، اور اچھا ہے کہ کچھ دن اس کو فرصت نہ دے۔

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

قافلہ کو پہلے مدینہ طیبہ جانا ہے، دو تین دن حکومت کے مطالبات ادا کرنے میں اور موٹر کے انتظار میں گذرے، لیجئے انتظار کی گھڑیاں تمام ہوئیں موٹر آ گئی، موٹر پر سوار ہوئے سامان بار کیا، اچھا ہے کہ ایک عربی داں سمجھدار ساتھی ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ جائے تا کہ نماز پڑھنے اور ضروریات کے لئے روکنے میں آسانی ہو، بہتر ہے کہ ڈرائیور کے ساتھ کچھ سلوک کر دیا جائے راستہ میں بڑی راحت ملے گی، موٹر روانہ ہوئی، راستہ میں درود شریف سے بہتر کیا وظیفہ اور مشغلہ ہے، نمازوں کے اوقات میں موٹر روکی گئی، اذان و جماعت کے ساتھ نماز ہوئی، منزلیں آئیں اور گذر گئیں۔

نظر اٹھا کر دیکھئے یہ دونوں پہاڑوں کی قطاریں ہیں، کیا عجب ہے کہ ناقہ نبویؐ اسی راستہ سے گذری ہو، یہ فضا کی دلکشی، یہ ہوا کی دلآویزی اسی وجہ سے ہے۔

ألا أن وادی الجزع اضحیٰ ترابه　　من المسك فورا و اعواده رندا
وما ذاك إلا أن هنداً عشية　　مست وجرت في جوانبه برداً

لیجئے مسجد(۱) آ گئی اب بیرعلی (ذوالحلیفہ) کی باری ہے۔ ع

منزل دوست چوں شود نزدیک
آتش شوق تیز تر گردد!

درود شریف زبان پر جاری ہے، دل وفور شوق سے امنڈ رہا ہے، عرب ڈرائیور حیران ہے کہ یہ عجمی کیا پڑھتا ہے اور کیوں روتا ہے، کبھی عربی میں گنگناتا ہے کبھی دوسری زبانوں میں شعر پڑھتا ہے۔

بھینی بھینی ہوا ہے اور ہلکی ہلکی چاندنی، جس قدر طیبہ قریب ہوتا جا رہا ہے ہوا کی خنکی، پانی کی شیرینی اور ٹھنڈک، لیکن دل کی گرمی بڑھتی جا رہی ہے، سنئے کوئی کہہ رہا ہے۔

باد صبا جو آج بہت مشکبار ہے
شاید ہوا کے رخ پہ کھلی زلف یار ہے

• • •

وہ ایک بار ادھر سے گئے مگر اب تک
ہوائے رحمت پروردگار آتی ہے

• • •

عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر ہو جائیں
کہ برفتراک صاحب دولتے بستم سر خود را
وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے

---

(۱) مدینہ کے راستہ میں ایک منزل کا نام ہے۔

غبار راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

•••

خاک یثرب از دو عالم خوشتر است

اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

داغ غلامیت کرد رتبۂ خسرو بلند

میر ولایت شود بندہ کہ سلطاں خرید

•••

محمد عربیؐ کا بروئے ہر دوسر است

کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

•••

لیجئے ذوالحلیفہ آ گیا، رات کا بقیہ حصہ یہاں گذارنا ہے، غسل کیا، خوشبو لگائی، کچھ دیر دم لے لیجئے اور کمر سیدھی کر لیجئے، صبح ہوئی نماز پڑھی موٹر رواں ہوئی، کیا جہاں سر کے بل آنا چاہئے تھا وہاں موٹر پر سوار ہو کر جائیں گے؟؟ ڈرائیور کے ساتھ بیٹھنا کام آیا "وادیٔ عشق" میں "بیر عروہ" کے پاس اتار دے گا، سامان، مستورات اور ضعفاء سوار رہیں گے، بات کرتے کرتے بیر عروہ آ گئے، بسم اللہ! اتر پڑے وہ دیکھئے جبل احد نظر آ رہا ہے، "ذٰلِكَ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهٗ" وہ سواد مدینہ کے درخت نظر آئے، کیا یہ وہی درخت ہیں جن کے متعلق شہیدی مرحوم نے کہا تھا۔

تمنا ہے درختوں پہ ترے روضہ کے جا بیٹھے

قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

وہ گنبد خضرا نظر آیا، دل کو سنبھالئے اور قدم اٹھائیے، یہ لیجئے مدینہ میں داخل ہوئے۔

مسجد نبوی کی دیوار کے نیچے نیچے باب مجیدی سے گزرتے ہوئے باب جبریل پر جاکر رُکے، حاضری کے شکرانہ میں کچھ صدقہ کیا اور اندر داخل ہوئے، پہلے محراب نبوی میں جاکر دوگانہ ادا کیا، گنہگار آنکھوں کو جگر کے پانی سے غسل دیا، وضو کرایا پھر بارگاہ نبوی پر حاضر ہوئے۔

اَلصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، اَلصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ، اَلصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ الْخُلُقِ الْعَظِيْمِ، اَلصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَافِعَ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، اَلصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ، اَلصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُخْرِجَ النَّاسِ بِاِذْنِ اللّٰهِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ، اَلصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُخْرِجَ

آپ پر صلوٰۃ وسلام اے اللہ کے رسول
آپ پر صلوٰۃ وسلام اے اللہ کے نبی
آپ پر صلوٰۃ وسلام اے اللہ کے حبیب
آپ پر صلوٰۃ وسلام اے صاحب خلق عظیم
آپ پر صلوٰۃ وسلام اے قیامت کے دن لواء حمد بلند کرنے والے، آپ پر صلوٰۃ وسلام اے صاحب مقام محمود، آپ پر صلوٰۃ وسلام اے اللہ کے علم سے لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال کر لانے والے، آپ پر صلوٰۃ وسلام اے لوگوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں داخل کرنے والے آپ پر صلوٰۃ وسلام اے لوگوں کو مذاہب کی ناانصافی

النَّاسِ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ إِلَى
عِبَادَةِ اللهِ وَحْدَهُ، اَلصَّلٰوةُ
وَالسَّلاَمُ عَلَيْكَ يَا مُخْرِجَ
النَّاسِ مِنْ جَوْرِ الْأَدْيَانِ إِلَى
عَدْلِ الإِسْلاَمِ وَمِنْ ضِيقِ
الدنيا إِلَى سَعَةِ الدُّنْيَا
وَالآخِرَةِ، اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ
عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ النِّعْمَةِ
الْجَسِيْمَةِ، اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ
عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ الْمِنَّةِ
الْعَظِيْمَةِ، اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ
عَلَيْكَ يَا أَمَنَّ خَلْقِ اللهِ
عَلٰى خَلْقِ اللهِ أَشْهَدُ أَنْ لاَ
إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ وَإِنَّكَ عَبْدُهُ
وَرَسُوْلُهُ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ
وَأَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ وَنَصَحْتَ
الْأُمَّةَ وَجَاهَدْتَ فِي اللهِ حَقَّ
جِهَادِهِ وَعَبَدْتَ اللهَ حَتّٰى
أَتَاكَ الْيَقِيْنُ فَجَزَاكَ اللهُ
عَنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَيْرَ مَا جَزٰى
نَبِيًّا عَنْ أُمَّتِهِ

سے نکال کر اسلام کے عدل
وانصاف میں داخل کرنے والے اور
دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا اور
آخرت کی وسعت میں پہونچانے
والے، کی خیرخواہی میں کسر نہیں رکھی
اللہ کے راستے میں پوری پوری
کوشش کی، اور وفات تک اللہ کی
عبادت میں مشغول رہے، اللہ آپ
کو اس امت اور اپنی مخلوق کی طرف
سے وہ بہترین جزا دے سے بڑا
احسان ہے، میں گواہی دیتا ہوں
آپ پر صلوٰۃ وسلام، اے انسانیت
کے سب سے بڑے محسن انسانوں پر
سب سے بڑھ کر شفیق، اے وہ جس
کو اللہ کی مخلوق پر اللہ کے بعد سب
کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق
نہیں اور یہ کہ آپ اللہ کے بندے
اور اس کے پیغمبر ہیں، آپ نے اللہ
کا پیغام پوری طرح پہونچا دیا،
امانت کا حق ادا کردیا اور امت

وَرَسُوْلاً عَنْ خَلْقِهٖ اَللّٰهُمَّ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَاماً مَحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَهٗ اِنَّكَ لَاتُخْلِفُ الْمِيْعَادَ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ.

جو کسی نبی اور رسول کو اس کی امت اور اللہ کی مخلوق کی طرف سے ملی ہو اور اے اللہ تو محمد ﷺ کو قرب وبلندی اور وہ مقام محمود عطا فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا، اے اللہ محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر اپنی رحمتیں نازل فرما جیسی تو نے ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر نازل فرمائیں تو حمید ومجید ہے، اے اللہ محمد ﷺ اور آل محمدؐ پر برکتیں نازل فرما جیسی تو نے ابراہیمؑ وآل ابراہیم پر نازل فرمائیں، بیشک تو حمید ومجید ہے۔

اس کے بعد دونوں رفیقوں اور وزیروں کو محبت کا خراج اور عقیدت کا نذرانہ سلام ودعا کی شکل میں ادا کیا، اور قیام گاہ پر آئے۔

اب آپ ہیں اور مسجد نبویؐ، دل کا کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے، درود شریف پڑھنے کا اس سے بہتر زمانہ اور اس سے بہتر مقام کون ہوسکتا ہے، اب بھی شہود وحضور نہ ہو تو کب ہوگا، جنت کی کیاری "روضة من رياض الجنة" میں نمازیں پڑھیے، مگر

دیکھئے کسی کو تکلیف نہ دیجئے، مزاحمت، جگہ اپنے لئے محفوظ کرنا، مسجد میں دوڑنا سب جگہ برا ہے، مگر جہاں سے یہ احکام نکلے اور دنیا میں پھیلے وہاں ان کی خلاف ورزی بہت ہی مکروہ ہے، یہاں آواز بلند نہ ہو "ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون" یہاں دنیا کی باتیں نہ ہوں مسجد کو گزرگاہ نہ بنایا جائے، بے وضو داخل ہونے سے حتی الامکان احتراز کیا جائے، خرید و فروخت سے اجتناب کیا جائے۔

دن میں جتنے مرتبہ جی چاہے حاضری دیجئے اور سلام عرض کیجئے آپ کے نصیب کھل گئے اب کیوں کمی کیجئے، مگر ہر بار عظمت و ادب اور اشتیاق و محبت کے ساتھ دل کی ایک حالت نہیں رہتی، وہ بھی سوتا اور جاگتا ہے جاگے تو سمجھئے کہ نصیب جاگے۔ حاضری دیجئے اور عرض کیجئے۔ ع

چشم آستیں پر دار و گوہر را تماشا کن

کبھی اس کا جی چاہے گا کہ غلاموں کے وفود کے ساتھ ملا جلا حاضر ہو، عشاق کی آنکھوں سے جنھوں نے مہجوری کے دن کاٹے اور فراق کی راتیں بسر کیں جب آنسوؤں کا مینھ برسے گا تو شاید کوئی چھینٹا اس کو بھی تر کر جائے، رحمت کی ہوا جب چلے گی تو شاید کوئی جھونکا اس کو بھی لگ جائے، کبھی دبے پاؤں لوگوں کی نظر بچا کر تنہائی میں حاضر ہونے کا جی چاہے گا۔ اس باب میں دل کی فرمائشیں سب پوری کیجئے کوئی حسرت باقی نہ رہے، کبھی صرف آنسوؤں سے زبان کا کام لیجئے، کبھی ذوق و شوق کی زبان میں عرض کیجئے، درود شریف طویل بھی ہیں اور مختصر بھی جس میں جی لگے اور ذوق پیدا ہو اس کو اختیار کیجئے، مگر اتنا خیال رکھئے کہ توحید کے حدود سے قدم باہر نہ جائے، آپ اس کے سامنے کھڑے ہیں جس کو ماشاء اللہ وشئت اور من یعصہما

سننا گوارا نہ ہو سکا۔(۱) سجدہ کا کیا ذکر (۲) خدا کی صفات میں، اس کی قدرت و تصرف میں، اس کی مشیت و اختیار میں شرکت کا شائبہ بھی نہ آنے پائے چاہے جامی کا کلام پڑھئے چاہے حالی کی دعا سنایئے۔ بس اتنا خیال رکھئے کہ آپ توحید کے سب سے بڑے اور آخری پیغمبر کے سامنے کھڑے ہیں جس کو شرک کا واہمہ بھی گوارا نہ تھا۔

اب ہم مدینہ منورہ میں مقیم ہیں جہاں کی خاکروبی کو اولیاء و سلاطین سعادت سمجھتے تھے، وہاں آپ ہر وقت حاضر ہیں ایک ایک دن اور ایک ایک گھڑی کو غنیمت سمجھئے، پانچوں نمازیں مسجد نبوی میں جماعت کے ساتھ پڑھئے، اگر کہیں باہر جایئے تو بھی ایسے وقت کہ کوئی جماعت فوت نہ ہو، تہجد میں حاضر ہوئیے یہ وقت سکون کا ہوتا ہے، لوگ روضۂ جنت کی طرف دوڑتے ہیں وہاں تو بغیر دوڑے اور بغیر کشمکش جگہ پانی مشکل ہے، آپ پہلے مواجہہ میں آیئے، اس وقت شاید آپ کو صرف پہرہ دار (عسکری) ہی ملے، اطمینان سے سلام عرض کیجئے، پھر جہاں جگہ ملے نوافل پڑھئے اور صبح کی نماز پڑھ کر اشراق سے فارغ ہو کر باہر آیئے۔

---

(۱) حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے کہا ما شاء اللہ وشئت (جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں) آپ نے ارشاد فرمایا: أجعلتني لله ندا (کیا تم نے مجھے اللہ کے برابر کر دیا) قل ما شاء اللہ وحدہ کہو جو اللہ ہی چاہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقد غوی (جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے راہ راست پر ہے اور جو ان دونوں کی نافرمانی کرے وہ گمراہ ہوا) حضورؐ نے اس کو ناپسند کیا کہ اللہ تعالیٰ کا اور آپ کا ذکر اس طرح ایک لفظ میں کیا جائے جس سے دونوں کی برابری کا شبہ ہو، آپ نے فرمایا بئس خطیب القوم انت (تم بہت برے مقرر ہو)

(۲) حضورؐ نے حضرت قیس بن سعد صحابیؓ سے فرمایا، بھلا تم اگر میری قبر کے پاس سے گزرو تو سجدہ کرو گے؟ قیس نے کہا نہیں، فرمایا تو مجھے (زندگی میں) بھی نہ کرو (ابوداؤد، کتاب النکاح)۔

آیئے آج بقیع چلیں جو انبیاء علیہم السلام کے مقابر کے بعد صدق و اخلاص کا سب سے بڑا مدفن ہے۔ ع

"دفن ہوگا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز"

اگر آپ کی سیرت نبویؐ، صحابہ کرامؓ کے احوال و مراتب پر نظر ہے تو آپ کو وہاں صحیح احساس ہوگا، آپ ہر قدم پر رکیں گے اور ایک ایک خاک کے ڈھیر کو اپنے آنسوؤں سے سیراب کرنا چاہیں گے۔ یہاں چپہ چپہ پر ایمان و جہاد اور عشق و محبت کی تاریخ کندہ ہے، ایک ایک ڈھیر میں اسلام کا خزانہ دفن ہے، اب بقیع میں داخل ہوگئے مزور آپ کو سیدھا اہل بیت اطہار کے مقابر پر لے جائے گا۔(۱) یہاں عم رسول سیدنا عباسؓ بن عبد المطلبؓ، سیدۃ نساء اہل الجنۃ فاطمہ بنت الرسول، سیدنا حسنؓ بن علیؓ، سیدنا علی بن الحسین زین العابدین، سیدنا محمد الباقر، سیدنا جعفر الصادق آرام فرما ہیں۔ وہاں سے چلئے تو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت خدیجہ و میمونہ رضی اللہ عنہما کے علاوہ تمام ازواج مطہرات پھر بنات طاہرات کے مقابر ملیں گے۔ پھر دار عقیل بن ابی طالب جہاں ابوسفیانؓ بن الحارث بن عبد المطلب و عبد اللہؓ بن جعفر وغیرہ مدفون ہیں، پھر آپ کو ایک ٹکڑا ملے گا جس میں امام دار الہجرۃ سیدنا مالک بن انس صاحب المذہب اور ان کے استاذ نافع آرام فرما ہیں وہاں سے بڑھے تو ایک بقعہ انوار ملے گا یہ ایک مہاجر کا پہلا مدفن ہے، یہاں وہ عثمانؓ بن مظعون دفن ہیں جن کی پیشانی کو حضورؐ نے بوسہ دیا تھا یہی فرزند رسولؐ سیدنا ابراہیمؑ بن محمدؐ کی خواب گاہ ہے، یہیں فقیہ صحابہ سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ، فاتح عراق سعدؓ بن ابی وقاص، سیدنا سعدؓ بن

(۱) وہاں مزورین ضرور موجود رہتے ہیں لیکن اب (غالباً حجاج کرام کو شرک و بدعت کی خرافات سے بچانے کی غرض سے) وہ قبروں کی نشاندہی نہیں کرتے اور معلوم کرنے پر عرض کرتے ہیں واللہ اعلم کہ "آپ سب کے لئے دعا کریں"۔ (ح۔ن)

معاذ جن کی وفات پر عرش الٰہی جنبش میں آ گیا تھا، سیدنا عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور دوسرے اکابر صحابہ مدفون ہیں، وہاں سے آگے چلیے تو شمالی مغربی جانب دیوار سے متصل ستر شہدائے صحابہ واہل مدینہ جن کو واقعہ حرہ میں یزید کے دور حکومت میں ۶۱ھ میں شہید کیا گیا تھا مدفون ہیں، اس کے بعد بقیع کے بالکل کونہ پر مشرق شمالی جانب مظلوم شہید الدار سیدنا عثمان بن عفانؓ آرام فرما رہے ہیں، یہاں پر کچھ دیر ٹھریئے اور محبت وعظمت کے جو آنسو سیدنا ابو بکرؓ وسیدنا عمرؓ کے مرقد پر بہنے سے بچ رہے تھے ان کو ان کے تیسرے ساتھی کی خاک پر بہایئے۔

آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اس کے آگے سیدنا ابو سعید خدریؓ، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ فاطمہؓ بنت الاسد کے مقابر ہیں۔ سب کو سلام عرض کیجئے اور فاتحہ پڑھئے۔

پھر ایک لمحہ ٹھہر کر پورے بقیع پر عبرت وتفکر کی نظر ڈالئے، اللہ اکبر کتنے سچے تھے یہ اللہ کے بندے، جو کچھ کہتے تھے کر دکھایا۔ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ مکہ میں جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا، مدینہ میں اسی کے قدموں میں پڑے ہیں۔

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

گنبد خضرا پر ایک نظر ڈالئے پھر مدینہ کے اس شہر خموشاں کو دیکھئے، صدق واخلاص، استقامت ووفا کی اس سے زیادہ روشن مثال کیا ملے گی۔ آیئے بقیع میں اسلام کی خدمت کا عہد کریں اور اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اسلام ہی کے راستہ پر زندہ رکھے

اور اسی کے ساتھ وفاداری میں موت آئے، جنت البقیع کا یہی پیغام اور یہاں کا یہی سبق ہے۔

قبا میں حاضری دیجئے، یہ وہ بقعۂ نور ہے جو حضور اکرم ﷺ کے قدوم سے مدینہ سے بھی پہلے مشرف ہوا، وہاں اس مسجد کی بنیاد رکھی گئی جس کو لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ کا خطاب ملا، محبت وعظمت کے ساتھ حاضر ہوئیے، اس زمین پر نماز پڑھیے، پیشانی اس خاک پر رکھیے جو رسول اللہ ﷺ اور رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا کے قدموں سے پامال ہوئی، اس فضا میں سانس لیجئے جس میں وہ انفاسِ قدسی اب بھی بسے ہوئے ہیں۔

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدۂ اربابِ نظر خواہد بود

آج جبل احد اور اس کے مشہد میں (جس کو یہاں عرفِ عام میں "سیدنا حمزہ" کہتے ہیں) حاضری کی باری ہے، دو تین میل کی مسافت کیا، بات کرتے کرتے پہنچ گئے، یہ وہ زمین ہے جو اسلام کے سب سے قیمتی خون سے سیراب ہوئی۔ سب سے بیچے، سب سے اچھے، سب سے اونچے عشق ومحبت اور وفا کے واقعات جو دنیا کی پوری تاریخ میں نہیں ملتے اسی سرزمین پر پیش آئے۔ سید الشہداء حمزہؓ کے رسول اللہ کی محبت اور اسلام کی وفاداری میں یہیں اعضاء کاٹے گئے اور جگر کھایا گیا، عمارہؓ بن زیاد نے قدموں پر آنکھیں مل مل کر یہیں جان دی، انسؓ بن النصر کو جنت کی خوشبو اسی پہاڑ کے درّے سے آئی اور اسی (۸۰) سے اوپر زخم کھا کر یہیں سے رخصت ہوئے، دندانِ مبارک یہیں شہید ہوئے، سر پر زخم یہیں آئے، عشاق نے اپنے ہاتھوں اور پیٹھ کو محبوب کے لئے سپر یہیں بنایا، مکہ کا ناز پروردہ مصعب بن عمیرؓ یہیں ایک کمبل میں شہید

اور ایک کمبل میں دفن ہوئے، یہاں اسلام کے شیر سوتے ہیں، یہ پوری زمین شمع نبوت کے پروانوں کی خاک ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے عشاق اور اسلام کے جانثاروں کی بستی ہے۔

یہ بلبلوں کا صبا مشہد مقدس ہے!
قدم سنبھال کر رکھیو یہ تیرا باغ نہیں!

یہاں کی فضا اور یہاں کے پہاڑ سے اب بھی مُوْتُوْا عَلٰی مَامَاتَ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللہِ (اسی پر جان دے دو جس پر رسول اللہ دنیا سے گئے (۱) کی صدائے بازگشت آتی ہے، آیئے اسلام پر جینے اور جان دے دینے کا عہد پھر تازہ کریں۔ مدینہ طیبہ کے ذرہ ذرہ کو محبت اور عقیدت کی نگاہ سے دیکھئے تنقید کی نگاہ اور اعتراض کی زبان کے لئے دنیا پڑی ہوئی ہے، زندگی کے چند دن کانٹوں سے الگ پھولوں میں گذر جائیں تو کیا حرج ہے۔ پھر بھی اگر آپ کی نگاہ کہیں رکتی اور اٹکتی ہے تو غور سے کام لیجئے وہ ہماری کوتاہی کے سوا اور کیا ہے، ہم نے دین اور دنیا کی خیرات یہیں سے پائی، آدمیت یہیں سے سیکھی، یہاں کی دستگیری نہ ہوتی تو ہم میں سے کتنے معاذ اللہ بت خانہ، آتش کدہ اور کلیسا میں ہوتے لیکن ہم نے اس کا کیا حق ادا کیا، یہاں کے بچوں کی تعلیم و تربیت، یہاں کے لوگوں میں دین کی روح اور مقصد کا احساس پیدا کرنے کی کیا کوشش کی، فاصلہ کا عذر صحیح نہیں، ان کے بزرگوں نے سمندر اور صحرا عبور کر کے اور پہاڑوں کو طے کر کے دین کا پیغام ہم تک پہونچایا، ہم نے بھی اپنے فرض کا احساس کبھی کیا؟ ہم سمجھتے ہیں دین کے احسان کا بدلہ ہم چند سکوں سے ادا کر دیں گے جو

---

(۱) یہ مقولہ حضرت انس بن النضرؓ کا ہے انھوں نے صحابۂ کرامؓ کو میدان احد میں بیٹھا ہوا دیکھا، پوچھا کیوں بیٹھے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے اب لڑ کر کیا کریں گے؟ کہا تو پھر اسی پر تم بھی جان دے دو جس پر رسول اللہ ﷺ نے جان دی۔

ہمارے حجاج اپنی کم نگاہی سے احسان سمجھ کر مدینہ کی گلیوں میں بانٹتے پھرتے ہیں۔

ہم صدیوں غافل رہے اور اب بھی ہمارے اہل استطاعت غافل ہیں، اس عرصہ میں جہالت بے تربیتی اور یورپ کی تہذیب وتمدن اور اس کی جاہلیت جس کا جال ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے یہاں بھی اپنا کام کرتی رہی، ان کے نوجوانوں کو متاثر کرتی رہی، بجائے خوبیوں اور محاسن کے تمام عالم اسلام کے حجاج اور زائرین مقامی کمزوریاں اپنے ساتھ لاتے رہے اور یہاں چھوڑ کر جاتے رہے، دینی دعوت وتذکیر جو ایمانی زندگی کے لئے ہوا اور پانی کی حیثیت رکھتی ہے عرصہ سے مفقود، صحیح تعلیم وتربیت معدوم، ایسا ادب جو ایمان کو غذا اور دماغ کو روشنی عطا کرے نایاب، تزکیۂ نفس، تہذیب الاخلاق اور روحانیت پیدا کرنے والے مراکز غیر موجود، مختلف راستوں سے مریض و مدقوق ادب، فاسد وخام افکار، مضامین، اخبار ورسائل، ادب واجتماع کے نام سے گھر گھر پھیلے ہوئے زہر موجود، تریاق مفقود، اگر اب بھی اہل مدینہ میں دین کی اتنی عظمت ومحبت، رسول اللہ ﷺ سے تعلق، مدینہ سے اُنس، اخلاق میں لینت وتواضع، فرائض کی پابندی، شعائر اسلامی کا رواج ہے تو یہ محض جوار رسول اللہ ﷺ کی برکت، اس خاک پاک کی تاثیر اور اہل مدینہ کی فطری خوبی کی دلیل ہے۔

اب بھی اغنیاء امت اور عالم اسلام کے اہل ثروت اس ضرورت کی طرف متوجہ نہیں، کہ اہل حجاز کی صحیح تعلیم وتربیت اور ان میں دعوت وتذکیر کا انتظام کریں جو ان میں دینی روح، مقصدیت، بلند نظری اور اسلام کے داعی بننے کا جذبہ اور ولولہ پیدا کردے اور "معمار حرم" کو "تعمیر جہاں" کے لئے دوبارہ آمادہ کرے۔ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللهِ.

اگر آپ مدینہ طیبہ کے مضافات اور بدوؤں کی ان عارضی نوآبادیوں میں چل پھر

کر دیکھیں گے جو کھجوروں کی فصل میں اپنے پہاڑی مقامات سے اتر کر چشموں اور باغات میں اپنے خیمے ڈال کر مقیم ہوجاتے ہیں تو آپ کو ان کی دینی حالت کا احساس ہوگا، اور اگر ہمارا ضمیر ابھی مردہ نہیں ہوا ہے تو ہم اپنی اس غفلت اور کوتاہی پر شرم محسوس کریں گے جو ہم نے اپنے "مرشد زادوں" کے حق میں صدیوں سے اختیار کر رکھی ہے۔ اگر آپ کا تھوڑا وقت نظم و انضباط کے ساتھ مدینہ کی آبادی اور اس کے اطراف میں دینی دعوت و اصلاح میں گذر جائے گا تو وہ مدینہ طیبہ کی فضا سے انتفاع کی بڑی موثر صورت ہوگی مگر ان کی عظمت اور ان کے مرتبہ کی رعایت ضروری ہے ان کو تحقیر کی نگاہ سے ہرگز نہ دیکھیں۔

مدینہ دعوت اسلامی کا معدن ہے اس دعوت کو اس معدن سے اخذ کیجئے اور اپنے ملک کے لئے یہ سوغات لے کر آیئے۔ کھجوریں، گلاب و آبِ مدینہ، خاکِ شفا محبت کی نگاہ میں سب کچھ ہیں مگر اس سرزمین کا اصلی تحفہ اور یہاں کی سب سے بڑی سوغات دعوت اور اسلام کے لئے جدوجہد اور جان دے دینے کا عزم ہے۔ مدینہ، مسجد نبویؐ کے چپہ چپہ، بقیع شریف کے ذرہ ذرہ، احد کی ہر ہر کنکری سے یہی پیغام دیتا ہے، مدینہ آکر کوئی یہ کیسے بھول سکتا ہے کہ اس شہر کی بنیاد ہی دعوت و جہاد پر پڑی تھی، یہاں وہی لوگ مکہ سے آکر آباد ہوئے تھے جن کے لئے مکہ میں سب کچھ تھا مگر دعوت و جہاد کے مواقع نہ تھے، یہاں کی آبادی دو ہی حصوں پر منقسم تھی، ایک وہ جس نے اپنا عہد پورا کر دیا اور اسلام کے راستے میں جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی، کوئی خوف، کوئی ترغیب اس کو اپنے مقصد سے باز نہ رکھ سکی، دوسرا وہ جس نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی لیکن اللہ کو ابھی ان سے اور کام لینا منظور تھا، ان کا جو وقت گذرتا، حالت انتظار میں گزرتا، شہادت کے اشتیاق میں گزرتا "مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا

مَا عَاهَدُوْا اللّٰہَ عَلَیْہِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْهُمْ مَنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا" یہی عالم اسلام کا حال ہونا چاہئے، یہاں بھی یا تو وہ ہونے چاہئیں جو اپنا کام پورا کر چکے یا وہ جو وقت کے منتظر ہیں، تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو زندگی کے حریص اور دنیا پر راضی، موت سے خائف اور خدمت سے گریزاں ہوں، معاش میں سرتاپا منہمک اور عارضی مشاغل میں ہمہ تن غرق ہوں، ان کی گنجائش نہ مدینہ میں تھی نہ عالم اسلام میں ہونی چاہئے۔

مدینہ طیبہ کے قیام میں درود و شریف تلاوت قرآن اور اذکار سے جو وقت بچے اگر حدیث اور سیرت و شمائل کے مطالعہ میں گذرے تو بہت پر تاثیر اور بابرکت ہوگا، اسی پاک زمین پر یہ سب واقعات پیش آئے۔ یہاں ان واقعات کا مطالعہ اور کتب شمائل میں مشغولیت بہت کیف آور موجب ترقی ہوگی، اردو خواں حضرات قاضی سلیمان صاحب منصور پوریؒ کی "رحمۃ للعالمین" اور شیخ الحدیث سہارنپوری کی "خصائل نبویؐ" (ترجمہ شمائل ترمذی) کو حرز جاں بنائیں۔ اہل عربیت حافظ ابن قیمؒ کی "زاد المعاد" اور "شمائل ترمذی" سے اشتغال رکھیں۔ جن کو آثار مدینہ منورہ کی زیارت و تحقیق کا ذوق ہو ان کے لئے سمہودیؒ کی "وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ" اور آثار المدینۃ المنورۃ" کا مطالعہ مفید ہوگا۔

لیجئے قیام کی مدت ختم ہونے کو آئی کل کہتے ہیں کہ قافلہ کا کوچ ہے۔۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

اب رہ رہ کر اس قیام کے سلسلہ کی کوتاہیاں اور یہاں کے حقوق کی ادائی میں اپنی تقصیروں میں چٹکیاں لیتی ہے۔ اب استغفار و ندامت کے سوا کیا چارہ ہے۔

آج کی رات مدینہ کی آخری رات ہے ذرا سویرے مسجد میں آجایئے۔

تمتع من شميم عرار نجد
فما بعد العشية من عرار

لیکن دل کو ایک طرح کا سکون بھی حاصل ہے، آخر جا کہاں رہے ہیں؟ اللہ کے رسول کے شہر سے اللہ کے شہر کی طرف، اللہ کے اس گھر سے جس کو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اوران کے ساتھیوں نے اپنے پاک ہاتھوں سے بنایا، اللہ کے اس گھر کی طرف جس کو ان کے جد امجد ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اوران کے فرزند نے اپنے پاک ہاتھوں سے بنایا اور جا کیوں رہے ہیں؟ اللہ کے حکم سے اور اللہ کے رسول کی مرضی اور ہدایت سے، یہ دوری دوری کب ہوئی ہے۔

نہ دوری دلیل صبوری بود
کہ بسیار دوری ضروری بود

آخری سلام عرض کیا، مسجد نبویؐ پر حسرت کی نگاہ ڈالی اور باہر نکلے۔ غسل کر کے احرام کی تیاری کر لی تھی، ذوالحلیفہ میں جانے موقع نہ ملے، موٹر پر بیٹھے محبوب شہر پر محبت کی نگاہ ڈالتے چلے، احد کو ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا اب مدینہ سے باہر ہو گئے۔ جو لمحہ گذرتا ہے مدینہ دور اور مکہ قریب ہوتا جاتا ہے۔ الحمد اللہ ہم حرمین کے درمیان ہی ہیں۔

"صد شکر کہ ہستیم میاں دو کریم"

ذوالحلیفہ آ گیا، مسجد میں دو رکعت احرام کی نیت سے پڑھی سلام پھیرتے ہی سر کھول دیا اور ہر طرف سے آواز آئی۔

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ.	حاضر ہوں اے اللہ حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں، سب تعریف سارا احسان تیرا ہی ہے۔ سلطنت تیری ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔

مستورات نے تمتع کی نیت کی ہم نے قران کی نیت کی، مستورات کے لئے چہرہ ڈھکنے کی پابندی سخت ہے۔ اس لئے وہ عمرہ کر کے احرام کھول دیں گی۔ پھر ۸/ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھیں گی، ہم مردوں کے لئے کچھ زیادہ دشواری نہیں، اس لئے ہم نے عمرہ اور حج کا احرام ساتھ باندھا ہم ۱۰/ ذی الحجہ کو حج سے فارغ ہو کر ہی احرام کھولیں گے۔

ہمارے امیر حج صاحب نے حج کی ذمہ داری اور اس کے حقوق و آداب کے متعلق مختصر تقریر کی، تلبیہ (لبیک لبیک) کی کثرت، حج کی عظمت، حسن رفاقت، باہمی الفت، ایثار و خدمت کی طرف خاص طور پر متوجہ کیا، اور لبیک لبیک کی صدا کے ساتھ قافلہ روانہ ہوا۔

راستہ میں الحمد للہ نماز و جماعت کا پورا اہتمام رہا، تمیز باتوں پر بیزاری رہی، لڑائی جھگڑا کی نوبت ہی نہ آنے پائی، منزلوں پر ٹھہرتے، نمازیں پڑھتے، کھاتے پیتے نہایت لطف و مسرت اور محبت و الفت کے ساتھ چلتے رہے۔

جدہ آیا اور گذر گیا، اب شہنشاہ ذوالجلال کا شہر اور اس کا گھر قریب ہے۔ باادب ہوشیار، مدینہ اگر مرکز جمال تھا تو یہ مرکز جلال ہے، مدینہ کے در و دیوار سے اگر محبت ٹپکتی ہے تو یہاں کے در و دیوار سے عاشقی نمایاں ہے، یہاں عاشقانہ آنے کی ضرورت ہے۔ برہنہ سر، کفن بردوش، پریشاں حال، یہی یہاں کے آداب میں سے ہے۔

نظر اٹھائیے مکہ سامنے نظر آ رہا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ بِهَا قَرَارًا وَّارْزُقْنِيْ فِيْهَا رِزْقًا حَلَالًا۔

اے اللہ مجھے اپنے شہر میں ٹھکانہ عطا فرما اور مجھے اس میں رزق حلال نصیب فرما۔

لیجئے اب ہم اللہ کے شہر "بلد اللہ الحرام البلد الأمین" میں داخل ہوگئے، جس شہر کا نام تسبیح کی طرح بچپن سے ہر مسلمان کی زبان پر جاری رہتا ہے جس کا اشتیاق جنت کی طرح ہر مومن کے دل میں رہتا ہے۔ جو ہر مسلمان کا ایمانی اور دینی وطن ہے جس کی کشش ہر زمانے میں ہزاروں میل کی مسافت، پہاڑوں کی چوٹیوں اور وادیوں کی گہرائیوں سے مشتاقانِ زیارت کو کھینچتی رہی، لیجئے مسجد حرام پر پہونچ گئے، باب السلام سے داخل ہوئے یہ سیاہ غلاف میں ملبوس مسجد حرام کے بیچ بیت اللہ نظر آرہا ہے۔

اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تَشْرِيْفًا وَّتَعْظِيْمًا وَّتَكْرِيْمًا وَّمَهَابَةً وَّزِدْ مَنْ شَرَّفَهٗ وَكَرَّمَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ أَوِ اعْتَمَرَهٗ تَشْرِيْفًا وَّتَكْرِيْمًا وَّتَعْظِيْمًا وَّبِرًّا اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ۔

اے اللہ اس گھر کی عزت وعظمت و شرافت کرنے والوں میں ترقی فرما اور حج وعمرہ کرنے والوں میں بھی جو اس کی تعظیم وتکریم کرے اس کو بھی شرافت وعظمت اور نیکی عطا فرما، اے اللہ تیرا ہی نام سلام ہے اور سلامتی تیری ہی طرف سے ہے ہم پر سلامتی بھیج تا۔

یہی بیت اللہ ہے جس کی طرف ہزاروں میل کے فاصلہ سے ساری عمر نمازیں پڑھتے رہے، جس کی طرف نماز میں منہ کرنا فرض تھا، آج ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ ہمارے اور اس کے درمیان چند گز سے زیادہ فاصلہ نہیں، ہم اپنے گنہگار ہاتھوں سے اس کے غلاف کو چھو سکتے ہیں، اس کو آنکھوں سے لگا سکتے ہیں، عمر میں بڑی بڑی

حسین وجمیل عمارتیں اور فن تعمیر کے بڑے بڑے نمونے دیکھے، لیکن اس سادہ سے چوکور گھر میں خدا جانے کیا حسن و جمال اور کیا دلکشی ومحبوبیت ہے کہ آنکھوں میں کھپا جاتا ہے اور دل میں سمایا جاتا ہے، کسی طرح نظر ہی نہیں بھرتی، تجلیات الٰہی اور انوار کا ادراک تو اہل نظر کر سکتے ہیں لیکن جلال و جمال کا ایک پیکر ہم جیسے بے حسوں اور کم نظروں کو بھی نظر آتا ہے۔ اور یہ صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس کو دیکھنے سے آنکھوں کو سیری اور دل کو آسودگی نہیں ہوتی۔ جی چاہتا ہے کہ دیکھتے ہی رہیں، اس کی مرکزیت و موزونیت، اس کی زیبائی و رعنائی، جلال و جمال کی آمیزش الفاظ سے بالاتر ہے۔

محاسنه هيولى كل حسن ومغناطيس افئدة الرجال

اس کا دیکھتے رہنا دل کا سرور، آنکھوں کا نور، روح کی غذا اور نظر کی عبادت ہے، دل کی کلفت اس سے کافور، دماغ کا تکان اس سے دور ہوتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے عجیب نعمت عطا فرمائی ہے سارے عالم کی دلکشی اور دل آویزی اس میں سمٹ کر آ گئی ہے۔

ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہو چکا ہے، حجاج کا ہجوم ہے۔ بیت اللہ کے گرد طواف کرنے والوں کا چکر چل رہا ہے، سیاہ غلاف کے چاروں طرف سفید احرام میں ملبوس انسانوں کی گردش، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ کعبہ کے گرد دودھ کی ایک نہر بہہ رہی ہو، ہم بھی آدمیوں کے اس بہتے ہوئے دریا میں داخل ہوئے، ہمارے معلم ہمارے ساتھ تھے انھوں نے ہمیں طواف کرایا، وہ طواف کی دعائیں پڑھتے جاتے تھے، ہم اس کو دہراتے تھے، پھر ہم کو محسوس ہوا کہ اس طرح نہ طواف کا لطف آ رہا ہے نہ دعاؤں کا اس لئے جو مسنون دعائیں یاد تھیں ہم نے وہ پڑھنی شروع کر دیں۔ چونکہ ہم کو طواف کے بعد سعی بھی کرنی تھی اس لئے ہم نے رمل اور اضطباع بھی کیا، اس ہجوم کی وجہ سے استلام (حجر اسود کو بوسہ دینے) کی نوبت نہیں آئی تھی، حجر اسود کے سامنے ہو کر

ہاتھ کا اشارہ کر دیتے تھے۔ طواف کے بعد ہم مقام ابراہیمؑ پر آئے اور دو رکعت واجب الطواف پڑھی، پھر ملتزم پر آئے یہ حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان کا حصہ ہے۔ یہاں اللہ کے بندے بیت اللہ کی دیوار اور اس کے غلاف سے چمٹے ہوئے (۱) اس طرح بلک بلک کر رو رہے تھے اور اللہ کے گھر کا واسطہ دیکر اس کی چوکھٹ سے لپٹ کر اللہ سے مانگ رہے تھے، جس طرح ستائے ہوئے بچے اپنی ماں سے چمٹ کر روتے اور بلبلاتے ہیں۔ جس وقت وہ یا رب البیت یا رب البیت، اے گھر والے اے گھر کے مالک کہتے تو ایک کہرام مچ جاتا، سخت سے سخت دل بھی بھر آتا، آنکھیں اشکبار ہو جاتیں اور دعاؤں کی قبولیت کا ایک اطمینان سا ہونے لگتا۔ خدا کی طرف رجوع وانابت کا یہ ایک ایسا منظر تھا کہ دنیا کی کوئی قوم اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی، اس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ اس امت کو اس گئی گذری حالت میں بھی اپنے مالک سے جو تعلق ہے اس کا عشر عشیر بھی کہیں نظر نہیں آتا، معلوم ہوتا تھا کہ دل سینے سے نکل جائیں گے، قلب وجگر آنسو بن کر بہہ جائیں گے، لوگ غش کھا کر گر جائیں گے۔ ان دعاؤں میں سب سے بڑا حصہ مغفرت وعفو، رضاء الٰہی، حسن خاتمہ اور جنت کی دعاؤں کا تھا، اللہ سے کسی مادی سے مادی چیز کا مانگنا بھی مادیت نہیں، سراسر روحانیت وعبادت

(۱) عبدالرحمٰن بن صفوانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ اور صحابہ کو بیت اللہ سے نکلتے ہوئے دیکھا۔ انھوں نے بیت اللہ کو ملتزم کی جگہ پر بوسہ دیا، ان کے رخسار بے کعبہ پر تھے اور رسول اللہؐ ان کے درمیان میں تھے۔ (ابوداؤد باب الملتزم)

محمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد عبداللہ بن عمرو کو دیکھا کہ انھوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور ملتزم پر ٹھہرے اور اپنا سینہ اور چہرہ اور اپنی دونوں بانہیں اور ہتھیلیاں اس پر رکھ دیں اور ان کو اچھی طرح پھیلا دیا (یعنی چمٹ گئے) پھر فرمایا کہ میں نے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے

(ابوداؤد باب الملتزم)۔

ہے، لیکن ان دعاؤں میں آخرت اور روحانیت کا حصہ اس عالم مادی کی چیزوں سے بہر حال زیادہ تھا، افکار و پریشانیوں کے اس دور میں اللہ کے بہت سے بندے صرف اللہ کی محبت، توفیق اطاعت، شان عبودیت، اخلاص رسول اللہ ﷺ کی محبت، عشق کامل، اتباع سنت، دین کی خدمت اور اسلام پر جینے اور مرنے کی دعا کر رہے تھے، بہت سے اللہ کے بندے اپنی دنیاوی ضروریات کو بے تکلف مانگ رہے تھے کہ وہ کریم ہے، اس کے دروازے اور اس کے آستانہ پر نہ مانگی جائیں تو کس سے اور کہاں مانگی جائیں گی۔ بہت سے اللہ کے بندے کعبہ کے پردے میں منہ ڈالے ہوئے گریہ و بکا اور مناجات و دعا میں مشغول تھے، غرض یہاں سائلوں کا ہجوم اور فقراء کا جمگھٹا تھا، رب کریم کا دروازہ کھلا تھا اور بے صبر و مضطر سائل سوال و طلب میں بالکل کھوئے ہوئے تھے۔

ملتزم سے ہم زمزم پر آئے، پہلی مرتبہ آسودہ ہو کر زمزم شریف پیا اس کے اصل مقام پر پیا، پھر باب الصفا سے نکل کر ہم سعی کے لئے مسعیٰ آئے ہمیشہ سے یہ تصور تھا کہ صفا اور مروہ دو پہاڑ ہیں، ان کے درمیان ایک غیر آباد سا راستہ ہوگا طویل طویل، اس پر لوگ دوڑتے ہوں گے، یہاں کچھ اور ہی نظر آیا، پہاڑ کھود کر اس سے بڑی بڑی عمارتیں بن گئی تھیں۔ پختہ سڑک کے کنارے ایک ذرا سی بلندی تھی، چند سیڑھیوں کا ایک زینہ تھا اس پر چڑھ کر سعی کی نیت کی اور کہا أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ (جس چیز کو اللہ نے مقدم رکھا ہے اس کو میں بھی مقدم رکھتا ہوں) إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ (بیشک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں) بیت اللہ کی طرف منھ کر کے ہاتھ اٹھا کر حمد و ثنا، تکبیر و تہلیل کی، دعا کی پھر

اترے اور مروہ کی طرف چلے۔ میل کے سبز نشانوں (۱) کے درمیان (جہاں حضرت ہاجرہ اسمٰعیل علیہ السلام کے اوجھل ہوجانے کی وجہ سے بیقرار ہوکر دوڑتی تھیں) ذرا دوڑ کر چلے پھر معمولی چال سے چلنے لگے۔ ادھر مروہ کی طرف جانے والوں اور مروہ سے صفا کی طرف آنے والوں کے قافلے قطار اندر قطار ملتے رہے، کبھی جاوی پاس سے گذرتے، کبھی مصری چھیلتے ہوئے نکل جاتے، کبھی مراکشی و جزائری سامنے سے آتے نظر آتے، کبھی ترکی و بخاری راستہ میں ساتھ ہوجاتے، کبھی تکرونی و سوڈانی قدم بڑھا کر آگے ہوجاتے، ہر ایک احرام میں ملبوس ننگے سر، ننگے پاؤں، عاشقانہ حال، مستانہ چال، دنیا سے بے خبر، اپنی دھن میں مست "رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَم" کی صداؤں سے فضا گونجتی ہوئی دونوں طرف پررونق دکانیں، مسعیٰ کا بازار اپنے پورے شباب پر اور بہار پر، موٹر کاریں ہارن بجاتی ہوئی اور آدمیوں کو بچاتی ہوئی نکلتی رہتی ہیں، دکانوں پر سودے بک رہے ہیں، شربت کے گلاس کے دور چل رہے ہیں، صرافوں کی دکانوں پر روپیہ گننے اور سکوں کے گرنے کی آواز کانوں میں آرہی ہے۔ (۲)

لیکن عشاق کا مجمع سر جھکائے نظر بچائے اپنی دھن میں چلا جارہا ہے، عشق کی پوری تصویر، دنیا میں مومن کے رہنے کی مکمل تفسیر، خلوت انجمن کا پورا منظر، دنیا کے بازار میں چلتی پھرتی مسجدیں اور گونجتی ہوئی اذانیں، سعی کیا ہے؟ مومن کی پوری زندگی۔ بھرے بازار پھولوں سے لدے گلزار میں رہنا اور دل نہ لگانا، مقصد کو پیش نظر

---

(۱) اب یہ دو ستونوں کی شکل میں ہیں جو گہرے ہرے رنگ میں رنگے ہیں۔ ان پر ہرے رنگ کے ٹیوب بھی جلتے رہتے ہیں۔ (ح،ن) (۲) مسجد حرام کی توسیع کے بعد مسعیٰ کا بازار اب ختم ہوگیا ہے اور پورا مسعیٰ گویا مسجد حرام میں آگیا ہے۔ (نعمانی)

رکھنا، مبدأ و منتہیٰ کو نہ بھولنا، اپنے کام سے کام رکھنا، صفا سے چل کر نہ مروہ کو فراموش کرنا، نہ مروہ سے چل کر صفا کو بھول جانا، کہیں نہ اٹکنا، کہیں نہ الجھنا، پیہم گردش، مسلسل عمل، مسعیٰ میں دونوں طرف دکانوں کے ہونے اور سعی کے اس محل وقوع نے سعی میں ایک خاص معنویت اور لطف پیدا کر دیا ہے۔

آپ کو اس راستہ پر عالم اسلام کے گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ کے مسلمان ایک لباس میں ملبوس، ایک ترانہ بلند کرتے ہوئے، ایک عشق و سرمستی کی کیفیت میں آتے جاتے نظر آئیں گے، تیز قدم بڑھاتے ہوئے، ننگا سر اللہ کے سامنے جھکائے ہوئے چلے جا رہے ہیں، ان میں امیر بھی ہیں، غریب بھی، سرخ و سفید شامی و مغربی بھی، اور سیاہ فام حبشی و تکرونی بھی، مرد بھی اور عورت بھی، لیکن کسی کو کسی کے دیکھنے اور توجہ کرنے کی فرصت نہیں، بعض اوقات اس مجمع عشاق کو دیکھ کر قلب پر عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے اور بے اختیار ان عشاق کے پاؤں پڑنے اور ان کی بلائیں لینے کا جی چاہتا ہے۔ اسلام کی محبت جوش مارتی ہے۔ وطن و قوم کی حد بندیاں ٹوٹنے لگتی ہیں اور دینی وحدت کا احساس ابھرنے لگتا ہے۔

لیجئے مروہ پر سعی ختم ہوئی، ساتواں پھیرا اختتام ہوا، دعا کیجئے اور اگر آپ متمتع ہیں تو حجام کے پاس جا کر بال بنوایئے احرام کھول دیجئے اور اگر قارن یا مفرد ہیں تو نہ حجامت بنوایئے نہ احرام کھولیے۔

اب روزانہ کا معمول یہ ہے کہ صبح صادق سے پہلے حرم میں آ گئے، کبھی رکن یمانی کے سامنے، کبھی حطیم کے سامنے، اور کبھی قسمت سے مقام ابراہیم کے پاس دائیں بائیں نوافل پڑھے، کبھی ہر دو رکعت کے بعد ایک طواف کیا، کبھی نوافل کے بعد اکٹھا کئی طواف کر لئے، غرض جس طرح موقع ملا نوافل اور طواف میں وقت گذارا، صبح کی

اذان ہوئی، نماز پڑھی، اس وقت طواف کرنے والوں کا ہجوم ہوتا ہے، خدا جانے کتنے اولیاء اللہ اور مقبولین بارگاہ ہوتے ہیں۔ عامہ مومنین بھی کیا کم ہیں، طلوع آفتاب تک طواف کیے، پھر اکٹھا طواف کی رکعتیں پڑھیں، اشراق پڑھی اور قیام گاہ پر آ گئے۔

مکہ معظمہ میں طواف سے بہتر مشغلہ اور وظیفہ کیا، سارے دن آدمی طواف کر سکتا ہے۔ بعض اہل ہمت بیس بیس تیس تیس طواف دن میں کر لیتے ہیں۔

''فضائل حج'' میں ہے کہ کرز بن وبرۃ کا معمول تھا کہ ستر طواف دن میں اور ستر طواف رات میں کرتے اور دو قرآن روزانہ پڑھ لیتے (بحوالہ احیاء) آخر شب میں اور گرمیوں میں ٹھیک دوپہر کو مجمع کم ہوتا ہے بعض اہل ذوق ان اوقات کا انتظار کرتے ہیں، بعض ہر نماز کے بعد کرتے ہیں، بعض مجمع ہی کو پسند کرتے ہیں کہ معلوم نہیں کس کی برکت سے ہمارا طواف اور ہماری دعائیں بھی قبول ہو جائیں، رحمت الٰہی کس کی طرف متوجہ ہو اور ہم کو بھی نہال کر جائے۔

''وللناس فی ما یعشقون مذاہب''

لیکن کسی وقت آیئے، دن ہو یا رات، پہلا پہر ہو یا ٹھیک دوپہر شمع پر پروانوں کا وہی ہجوم ہے، مطاف کسی وقت خالی نہیں، اگر اس کے انتظار میں رہیے گا کہ دو چار آدمی ہوں اور پورے سکون و طمانیت کے ساتھ طواف کریں تو یہ حسرت کبھی پوری نہ ہوگی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے مثابة للناس (لوگوں کے لوٹ لوٹ کر آنے کی جگہ) بنایا اور جس کو سب سے بڑی محبوبیت و مرکزیت عطا فرمائی اور دلکشی کوٹ کوٹ کر بھر دی، وہ عشاق سے خالی کب رہ سکتا ہے۔ رات کو عشاء کے بعد سے صبح صادق تک ہر ہر گھڑی میں آ کر دیکھا دربار بھرا ہی ہوا پایا۔

ادھر ملتزم کا حال یہ ہے کہ وہ دعا کرنے والوں اور مچل مچل کر مانگنے والوں اور لپٹ لپٹ کر فریاد کرنے والوں سے کسی وقت خالی نہیں کوئی عربی میں کوئی فارسی میں، کوئی ترکی میں، کوئی سوڈانی میں، کوئی جاوی میں، کوئی اردو میں، کوئی بنگالی میں، کوئی نثر میں، کوئی نظم میں، کوئی زبان سے بے زبانی میں عرض حال کر رہا ہے۔ دل کھول کھول کر مانگ رہا ہے، پھوٹ پھوٹ کر رو رہا ہے، کوئی پردے میں منھ ڈالے بڑے درد سے پڑھ رہا ہے:-

بر در آمد بندہ بگریختہ

آبروئے خود بعصیاں ریختہ

یارب البیت، یارب البیت کی صدا بلند ہے۔

حرم میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اس لئے اس سے بڑھ کر کیا خسارہ ہوگا کہ کوئی فرض نماز حرم میں نہ ہو۔ حرم کے باہر اگر آدمی کہیں جائے بھی تو کہاں جائے۔ بس ہم ہیں اور حرم ہے، نمازیں بھی یہیں، نوافل بھی یہیں، طواف بھی یہیں، تلاوت واذکار بھی یہیں۔ بات کرتے کرتے ذی الحجہ کی ابتدائی تاریخیں ختم ہو گئیں، لیجئے ۷/ ذی الحجہ ہو گئی، رات بیچ میں ہے کل منیٰ جانا ہے۔ سواریوں کے انتظامات ہو رہے ہیں، احرام کی تیاریاں ہیں، کوئی موٹر طے کر رہا ہے۔ کوئی کار اور ٹیکسی کی بات چیت کر رہا ہے، کوئی اونٹ کا انتظام سوچ رہا ہے، کوئی پیدل جانے کی ٹھان رہا ہے، رات گذری، صبح ہوئی حج کی اصل مشغولیت شروع ہوئی، کوئی دن چڑھے سواری آ گئی، سوار ہوئے لبیک لبیک کی صداؤں کے ساتھ منیٰ کا رخ کیا، جو پاس سے گذرتا لبیک ہی سے سلام کرتا، تین میل کا فاصلہ ہی کیا، بات کرتے کرتے پہونچ گئے، پہاڑیوں اور خیموں کا ایک عظیم الشان شہر جہاں تک نظر کام کرتی رنگ

ہر رنگ کے خیمے اور چھولداریاں ہی نظر آتیں، سارا عالم اسلام یہاں سمٹا ہوا نظر آتا ہے، وہ بھی حدود کی تقسیم کے بغیر، یہاں ہندی ہیں وہاں جاوی، یہ مصری ہیں وہ شامی، ذرا آدمی بھٹک جائے پھر قیام گاہ کا پتہ لگانا مشکل، اپنے معلم کے جھنڈے کے نیچے اپنے خیمے میں مقیم ہوئے، آج کا سارا دن اور پوری رات یہاں بسر کرنی ہے، کل ۹ کو عرفات کی طرف کوچ ہے، یہاں اللہ کا نام لینے نمازیں پڑھنے، ذکر و دعا میں مشغول رہنے کے سوا کام ہی کیا ہے، لیکن انسان کی ضروریات اور اس کی دلچسپیوں نے یہاں بھی بازار لگا رکھا ہے دوکانیں کھلی ہوئی ہیں، ضرورت کی چیزیں ڈیرے ڈیرے خیمے خیمے بک رہی ہیں۔ پانی والے دروازے دروازے پانی لئے پھر رہے ہیں۔ ظہر کی نماز کے لئے منیٰ کی مشہور تاریخی مسجد "مسجد خیف" گئے نہایت وسیع اور پرفضا میدان، بیچوں بیچ ایک قبہ جس کے متعلق اہل خبر کہتے ہیں کہ بیسیوں پیغمبروں نے یہاں نمازیں پڑھیں، رسول اللہ ﷺ کا خیمہ یہاں نصب ہوا، نہایت بابرکت اور پرانوار جگہ ہے زیادہ وقت یہیں گذرے تو بہتر ہے، مگر ساتھیوں کو تکلیف اور کسی قسم کی کلفت نہ ہو۔

عشاء پڑھ کر تبلیغی جماعت کے علماء نے ذوق و شوق اور حج کی عظمت پیدا کرنے والی تقریریں کیں، جن میں عرفات و مزدلفہ اور باقی ایام منیٰ کے آداب و ذمہ داریاں یاد دلائیں، کچھ دیر بعد سو گئے کہ کل حج کے نچوڑ کا دن ہے، آج رات کی مکمل شب بیداری کل کے دن پر اور صحت پر اثر انداز نہ ہو، پچھلے پہر اللہ نے توفیق دی، آنکھ کھل گئی، منیٰ کا عجیب منظر تھا، سارا شہر بقعۂ انوار بنا ہوا تھا، عالم اسلام کچھ سوتا تھا کچھ جاگتا تھا، ہر طرف تجلیات و انوار کا ہجوم معلوم ہوتا تھا، اپنی جگہ پر رہا نہ گیا، مسجد خیف کی طرف چلے۔ حضرت ابراہیمؑ کی قربانی اور حضرت اسمٰعیلؑ کے صبر و استقامت کی یاد بڑی شدت سے پیدا ہوئی، خداوند عشق ابراہیمؑ کا ایک ذرہ عطا ہو، الٰہی مردہ دل کو اپنے

عشق و محبت سے زندہ کر دے، محبت کا سوز عطا ہو جو ما سوئی کو جلا دے۔ عالم اسلام اس وقت ابراہیمؑ کی آواز پر جمع ہے اس میں محبت کی حرارت پیدا کر دے کہ پھر زندہ ہو جائے، پھر تیرے لئے اپنی جان و مال کی قربانی کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ عجب سرور و حضور کا عالم تھا، عجب ذوق و شوق کا وقت تھا، مسجد خیف میں تھوڑے لوگ جاگ رہے تھے۔ اطمینان سے نمازیں پڑھیں، بڑی سکینت معلوم ہوتی تھی، صبح کی اذان ہوئی، نماز ہوئی اور اپنی قیام گاہ پر آئے۔ اب منٰی میں سے چل چلاؤ ہے، سب کا رخ عرفات کی طرف ہے، دن چڑھے یہاں سے چلنا ہے ہر ایک جانے کے اہتمام میں ہے، سواریوں کی بھی کشمکش ہے، یہی حج کے امتحان کے مواقع ہیں۔

لبیک لبیک کی صداؤں کے ساتھ عرفات کی طرف روانہ ہوئے، چھ میل کا فاصلہ ہے تین میل پر مزدلفہ ملا، جہاں رات کو واپس آنا ہے، اور شب گذاری کرنی ہے، مگر ابھی ٹھہرنا نہیں، گذرتے چلے گئے، لیجئے عرفات آگیا، اللہ غنی! انسانوں کا ایک جنگل، جنگل میں منگل، کئی لاکھ انسان دو بے سلی چادروں میں، شاہ و گدا ایک لباس میں، جہاں تک نظر کام کرتی ہے خیمے اور شامیانے ہی نظر آتے ہیں، جو نظر آتا ہے دو سفید چادروں میں، معلوم ہوتا ہے آج فرشتوں نے اللہ کی یہ زمین بسائی ہے، سفید براق لباس، نورانی صورتیں، ذکر سے تر زبانیں، لبیک لبیک کی صدا گونجتی ہوئی اور پہاڑوں سے ٹکراتی ہوئی انسانوں کا اتنا بڑا مجمع، لیکن نہ چپقلش نہ کشاکش، روحانیت و انابت کی فضا چھائی ہوئی، اپنے خیمے میں اترے جو لوگ مسجد النمرہ گئے انھوں نے امام کے ساتھ ظہر اپنے وقت میں اور عصر ظہر کے وقت میں جمع کر کے پڑھی، اور ذکر و دعا میں مشغول ہو گئے۔

"الحج عرفہ" حج عرفہ کا نام ہے۔ عرفہ حج کا نچوڑ ہے۔ یہی حج کی قبولیت

کے فیصلہ کا دن ہے۔ یہی دعاؤں کے مقبول ہونے کا وقت ہے، یہی دل کھول کر مانگنے کی جگہ اور زمانہ ہے، اللہ کے بندے ذکر و دعا میں مشغول ہو گئے، کسی نے قرآن مجید کھولا، کسی نے "حزب الاعظم" شروع کی، کوئی سجدہ میں گر گیا، کسی نے اپنی منتخب دعائیں اپنی یادداشت سے پڑھنا شروع کیں، جن تمناؤں کو چھپا چھپا کر رکھا تھا آج ان کو کھول کر پیش کر دیا۔ جن کو پہلے سے دعا کا سلیقہ تھا آج وہ کام آیا، ذکر و سلوک، صحبت سب قوت دعا اور توجہ الی اللہ کو بڑھانے ہی کے لئے ہیں۔

سورج ڈھلا، دھوپ ہلکی ہوئی، کوتاہ ہمت بھی جبل رحمت کی طرف بڑھے۔ معلم کا جھنڈا ساتھ کہ اگر چھوٹے تو شاید مکہ ہی میں ساتھیوں سے ملنا ہو، خیمے سے جبل رحمت کا فاصلہ میلوں کا نہیں، مگر پورے عالم اسلام میں سے گذر کر پہنچے، خدا جانے کتنے ملکوں کے علاقے راستے میں آئے، ان سفید پوش، کفن بردوش مہمانان دربار پر کیسا پیار آتا ہے، محبت کا جوش اٹھتا ہے، اپنے حج کا پتہ نہیں، مگر دل سے یہی نکلتا ہے کہ الٰہی سب کا حج قبول ہو، آج تیری رحمت سے کوئی محروم نہ رہ جائے۔ مصریوں کا بھی، شامیوں کا بھی، مغربیوں کا بھی، یمنیوں کا بھی، ترکوں کا بھی، افغانوں کا بھی، چینیوں کا بھی اور حبشیوں کا بھی، اور ان سیاہ فام روشن دل تکرونیوں کے طفیل ہم غریب ہندیوں کا بھی۔

جبل رحمت پر سالکوں کا ہجوم ہے گویا بڑے پیمانے پر ملتزم کا نقشہ ہے سوال و دعا کا غلغلہ بلند ہے، بھرائی ہوئی آوازیں اور گلوگیر صدائیں بیچ بیچ میں بے حس و سخت دل لوگوں کے دل میں بھی رقت اور گداز پیدا کرتی ہیں، سب اپنی اپنی دلی مراد مانگ رہے ہیں۔ ہر قوم و ملک کے لوگ اپنی اپنی دعاؤں میں مشغول ہیں، ہندوستانی مسلمان جن کے دل ہندوستان کے ۱۹۴۷ء کے واقعات سے چوٹ کھائے ہوئے ہیں۔ نرالی شان رکھتے ہیں، انھوں نے جب اپنے بھائیوں کے لئے اور اپنے اس

ملک کے لئے دعا شروع کی جس نے سینکڑوں اولیاء، محدثین وفقہا، مجاہدین وشہداء،
اور اپنے اپنے وقت کے امام ومجدد پیدا کئے، جس نے اس پچھلے دور میں حدیث کی
امانت کی حفاظت کی، جس کے بعض بعض فرزند خدمت اسلام، فہم کتاب وسنت میں
سارے عالم اسلام میں امتیاز رکھتے تھے تو ایک سناٹا چھا گیا اور سب کی نگاہیں اس لئے
ہوئے ہندی قافلہ کی طرف اُٹھ گئیں۔

آفتاب غروب ہوا، جبل رحمۃ سے اپنے خیمہ کی طرف واپسی ہوئی، حج مبارک،
اللہ تبارک وتعالیٰ حج مقبول کے برکات وثمرات، انوار وآثار عطا فرمائے اور اس
میدان میں پھر آنا نصیب کرے، سورج ڈوب گیا، جہاں جہاں سورج ڈوبا سب جگہ
مغرب کی نمازیں ہورہی ہیں، اور جو نہ پڑھتا ہوگا وہ تارک الصلوٰۃ ہوگا، گنہگار
ہوگا لیکن اس میدان میں جہاں اللہ کے بلائے ہوئے مسلمان جمع ہیں جنھوں نے
آج حج کا رکن اعظم ادا کیا ہے، وہ سب یہاں مغرب کی نمازیں چھوڑ رہے ہیں،
لاکھوں میں سے کوئی نادان ہوگا جو مغرب کی نماز پڑھ رہا ہوگا، اللہ اکبر! یہی شہنشاہ کی
شان ہے۔ جہاں چاہا حکم دے دیا، جہاں چاہا روک دیا۔ اور یہی بندگی ہے۔ نماز سے
بھی ذاتی تعلق نہیں، آقا کے حکم کی اطاعت مقصود ہے، آج حکم ہے کہ مغرب کی نماز
عشاء کے ساتھ پڑھی جائے، جنھوں نے کبھی ایک وقت کی نماز نہیں چھوڑی وہ آج
خوشی خوشی چھوڑ رہے ہیں، عرفات والوں کے لئے آج نماز کی جگہ مزدلفہ اور مغرب کی
نماز کا وقت عشاء کو ہے۔ یفعل اللہ ما یشاء ویحکم ما یرید۔

اب لاکھوں انسانوں کی یہ بستی یہاں سے تین میل پر منتقل ہو جائے گی، شہر کا
اجڑنا اور بسنا کچھ ہنسی کھیل نہیں، ایک شور قیامت برپا ہو، ایک طوفان بے تمیزی لیکن
یہاں کچھ نہیں، حکم لایا تھا حکم لے جا رہا ہے۔ غلاموں کی طرح آئے تھے غلاموں کی

طرح جاتا ہے۔ کھیجے خیمے اکھڑے، طنابیں ڈھیلی ہوئیں، شامیانے تہہ ہوئے، دیکھتے دیکھتے یہ جیتا جاگتا شہر لق ودق میدان بن گیا، جو جواں ہمت اور سواری کے پابند نہ تھے وہ آزادی سے وقت مسنون پر روانہ ہو گئے، جو ضعیف اور عورتوں کی وجہ سے مجبور تھے ان کو سواری کی وجہ سے دقت پیش آئی، اور انتظار کرنا پڑا، سواری کے آنے میں دیر ہوئی، ایک گھنٹہ گذرا، دوسرا، تیسرا، رات ۸ بجے، ۹ بجے، ۱۰ بجے سواری نہ اب آتی ہے نہ تب۔ اب میدان میں جہاں تک نظر کام کرتی ہے ہمارے چھوٹے سے قافلہ کے سوا کوئی نظر نہیں آتا، لاریاں آتی ہیں اور نکل جاتی ہیں، کوئی ادھر کا رخ نہیں کرتی، رات گذری چلی جارہی ہے، مزدلفہ میں میسر ہونے والی رات کا خاصا حصہ عرفات میں گذرا جارہا ہے، یا الٰہی کیا ہوگا، کیا ہم یہیں رہ جائیں گے، کیا ہم مزدلفہ سے محروم رہیں گے، مستورات کا ساتھ، دن بھر کے تھکے ماندے، معلم صاحب بھی عاجز و مجبور کچھ سمجھ میں نہیں آتا، پیمانۂ صبر لبریز ہونے لگا۔ ڈرائیور پر غصہ، معلم پر خفگی، سب بے سود، آدھی رات ہونے کو آئی خدا خدا کر کے لاری آئی، تیوری چڑھی، تلخ و تند لہجہ میں ڈرائیور سے محاسبہ کیا کہ کہاں اتنی دیر لگائی، کیا حجاج کو اذیت دینا تم لوگوں کے نزدیک کار ثواب ہے؟! اس نے آسانی سے کہہ دیا کہ راستہ صاف نہ تھا، گھنٹوں میں پہلی کھیپ پہونچی اور بہ مشکل واپسی ہوئی، کہکر افسوس ہوا، کاش زبان سے کچھ نہ کہا ہوتا، اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے آخر پہونچا دیا۔ ابھی اگر لاری نہ آتی تو کیا کرتے۔ یہی فرق ہے بڑوں اور چھوٹوں میں۔

عرفات اور مزدلفہ کے درمیان خدا کی شان نظر آتی ہے، موٹروں اور لاریوں کا ایک بڑا سیلاب، اتنا بڑا سیلاب زندگی بھر نہیں دیکھا، سب کو پہونچنے کی جلدی مگر کوئی حادثہ نہیں، لیجئے مزدلفہ پہونچ گئے، ایک میدان میں کئی لاکھ مسافر اترے ہوئے،

اطمینان کی جگہ کا کیا سوال، جہاں موقع مل جائے غنیمت ہے، ایک جگہ سامان جمع کرکے درمیان میں لیٹ رہے، کچھ دیر کے بعد آنکھ کھلی، سارا میدان جگمگا رہا تھا، مزدلفہ ہنستا ہوا معلوم ہوتا تھا کیا خیر و برکت کی رات ہے۔ جو وقت مل جائے غنیمت ہے، لوگوں نے صبح سے پہلے ہی روانہ ہونا شروع کر دیا۔ ناواقفیت اور جہالت اور اسی کے ساتھ جلد بازی بھی ایک مصیبت ہے، یہاں کی سنت صبح ہونے کے بعد یہاں سے چلنا ہے مگر لوگوں کو منیٰ میں جلد پہونچنے کی ہیبت، اور لاری والوں کا بیگار ٹالنا، تاریکی اور ناواقفیت میں مشعر حرام کا تو پتہ نہ چل سکا۔ جہاں دعا کرنا مسنون ہے اور قرآن مجید میں صاف طور پر ہے "وَاذْكُرُوا اللهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ" جب اجالا ہوگیا تو پتہ چلا اور اس مسجد میں جا کر جو جبل قزح کے پاس ہے کچھ دیر دعا کی، پھر کنکریاں چنیں اور ساتھ لیں اور منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔

ایک دن کا اجڑا منیٰ اللہ کے حکم سے پھر آباد ہے، آج دسویں ذی الحجہ ہے یعنی عین عید الاضحیٰ، آج تمام روئے زمین پر جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں، یہیں کی یادگار کے طور پر عید کی نماز پڑھی جارہی ہوگی، لیکن اللہ کی شان یہاں عید کی نماز نہیں، کسی کو خیال بھی نہیں، منیٰ کی عید یہی ہے کہ رمی کی جائے، قربانی کی جائے، بال منڈوائے یا کتروائے جائیں، احرام کھول دیا جائے قربانی کی جائے۔ طواف زیارت کیا جائے، لیجئے، حج تمام ہوا اللہ قبول کرے۔

منیٰ پہونچ کر پہلا مرحلہ یہ تھا کہ جمرۃ العقبیٰ کی رمی کی جائے یعنی کنکریاں ماری جائیں، روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جب حضرت اسمٰعیل کو ذبح کرنے چلے تو شیطان سب سے پہلے اس جگہ ملا اور اس نے ان کو اس ارادے سے باز رکھنا چاہا، حضرت ابراہیمؑ نے اس کو سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ وہ

زمین میں دھنس گیا، آگے بڑھ کر پھر دوسرے جمرہ کی جگہ نظر آیا، وہاں بھی سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ وہ زمین کے اندر دھنس گیا، پھر جمرہ اولیٰ کی جگہ نظر آیا، پھر اس کے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ زمین میں گھس گیا (۱) حضرت ابراہیمؑ نے ہر عمل پیغمبرانہ اخلاص اور عاشقانہ کیفیت کے ساتھ کیا تھا۔ وہ اللہ سے پہلے مانگ چکے تھے کہ:

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِيْنَ	میرا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھ۔

اور فرمادیا گیا تھا:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِيْنَ سَلَامٌ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ (والصفت ع ۳)	ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں باقی رکھا، سلام ہو ابراہیمؑ پر۔

اس لئے اللہ نے ان کے ہر فعل کو زندگی جاوداں بخشی اور اس کی یادگار باقی رکھی۔ آج ان افعال کی نقل میں بھی عشق کی کیفیت اور زندگی و تازگی ہے، بشرطیکہ دل محبت و عظمت اور ایمانی کیفیات سے بالکل خالی نہ ہو، حج کی ہر چیز میں عاشقانہ کیفیت اور محبوبانہ ادا ہے۔ سعی و طواف تو عشق و جذب کی کھلی نشانیاں ہیں، مگر یہ رمی (کنکری مارنا بھی) عجب پیاری ادا ہے، عاشقیت محبوبیت توام ہیں، سچے عشق کے ساتھ جو چیز کی جائیگی اس پر اہل دل کو پیار ہی آئے گا، رمی کرتے وقت اگر دل میں سیدنا ابراہیمؑ کی محبت، اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کی اطاعت کا جذبہ اور اپنے دشمن حقیقی سے نفرت کا جوش ہو تو رمی عجب بہار کی چیز ہے، عجب عبادت ہے اور اگر یہ کیفیت اتفاقاً نہ ہوں یا

(۱) صحیح ابن خزیمہ۔

ان کا استحضار نہ ہو تو بھی حکم الٰہی کی اطاعت کسی حال میں فائدہ سے خالی نہیں۔

رمی جمرات کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں پڑھی تھی، اس کے مقاصد و حکم حج کے سفر ناموں میں دیکھے تھے لیکن اس کا صحیح تصور اور نقشہ ذہن میں بالکل نہ تھا۔ جمرات کی کیا صورت ہے؟ رمی کس طرح ہوتی ہے کچھ اندازہ نہ تھا۔ منیٰ پہنچ کر رمی کی فکر ہوئی دوستوں میں جو لوگ پہلے سال حج کر چکے تھے ان کو لے کر جمرۂ اخرئی پر پہونچے، آج دسویں کو صرف اسی جمرہ کی جو سب سے آخر میں ہے رمی کرنا ہے۔ رمی کرنے والوں کا ہجوم تھا، ایک حوض سا بنا تھا اس کے اوپر ایک لکڑی لگا رکھی گئی تھی تا کہ دور والوں کو اندازہ ہو سکے، حوض میں کنکریوں کا ڈھیر تھا، بعض لوگوں نے غصہ میں جوتے بھی مارے تھے، بعض سادہ لوح دل لوگوں میں نفرت و عداوت کا وہی جذبہ تھا جو اپنے دشمن سے ہوتا ہے، بعض مصریوں کو سنا گیا کہ بڑے غصہ سے مارتے اور کہتے تھے کہ تے پھر پریشان کرے گا، پھر گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا۔

مجمع بہت تھا اگر کوئی نظم کیا بھی جاتا تو مشکل تھا۔ کام صرف کنکریاں پھینکنا تھا مگر اس عمل میں بھی ایک سنجیدگی اور عبادت کی شان تھی اہل ذوق کو اس میں بھی خاص حظ اور کیف محسوس ہو رہا ہوگا۔

زوال سے پہلے پہلے الحمد للہ رمی سے فارغ ہو گئے، تلبیہ موقوف ہو گیا، اب قربانی کا مرحلہ باقی تھا، احرام کھولنا اس پر موقوف تھا۔ مذبح میں جانور تلاش کرنا، طے کرنا اور قربانی کرنا آسان کام نہ تھا۔ یہ بھی حج کے مجاہدات میں سے ہے۔ الحمد للہ یہ مرحلہ بھی آسان ہوا، بال منڈ وائے اور احرام اتار دیا۔

ابھی حج کا ایک رکن باقی تھا، وہ طواف زیارت ہے، دسویں ہی کو عصر کے وقت مکہ معظمہ گئے، مکہ معظمہ کی بڑی آبادی آج منیٰ میں تھی اور ابھی دو تین دن رہے گی،

جو لوگ نظر آ رہے تھے اکثر طواف زیارت کے لئے حاضر ہوئے تھے پھر بھی مطاف خالی نہ تھا، اگرچہ پہلے کا سا ہجوم نہ تھا، ہم نے سعی طواف قدوم کے ساتھ کر لی تھی اس لئے آج سعی کرنی نہ تھی (۱) طواف سے فارغ ہو کر منیٰ واپس آ گئے۔

اب یہاں کی ہر رات اور ہر دن حاصلِ عمر ہے، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ایک ایک گھڑی غنیمت سمجھیں اور غفلت کا کوئی لمحہ گزرنے نہ دیں یہی دن ہیں جن کے متعلق قرآن مجید میں صراحتہً حکم ہے۔

فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا۔

پھر جب پورے کر چکو اپنے حج کے کام کو تو یاد کرو اللہ کو جیسے یاد کرتے تھے اپنے باپ داداؤں کو بلکہ اس سے زیادہ یاد کرو۔

(البقرہ ع ۲۸)

اور آگے فرمایا کہ:

وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ۔ (البقرہ ع ۲۸)

اور یاد کرو اللہ کو کئی دن گنتی کے۔

اس لئے یادِ الٰہی میں جتنا انہماک اور عبادت میں جتنی مشغولیت ہو کم ہے، مگر افسوس کہ اس کا حق بالکل ادا نہ ہو سکا اور اس میں شدید کوتاہی رہی، بے تکلف دوستوں کا مجمع، کھانے پینے کی بہتات، عمر بھر کی غفلت کی عادت، بڑا وقت ہنسنے بولنے اور کھانے پینے میں گذر جاتا، ناظرین کرام سے کہنے کو جی چاہتا ہے۔ ع

"من نکردم شما حذر بکنید"

---

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتب مناسک۔ ۱۲۔

یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ بہت سے حجاج نے اس قیمتی اور مختصر وقت کے اندر ہی جہازوں کی تحقیقات اور سفر کے منصوبے شروع کر دیئے جو وقت قیام سے فائدہ اٹھانے میں گزرنا چاہئے تھا وہ سفر کے دھیان اور تصور میں گزرنے لگا۔

ان دنوں میں کھانا پینا اور خصوصاً قربانی کا گوشت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت سمجھ کر اور رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کو پیش نظر رکھ کر "ھذہ ایام اکل وشرب" (یہ کھانے پینے کے دن ہیں)، ثواب وعبادت سے خالی نہیں، یہ بھی اچھی طرح مشاہدہ اور تجربہ کیا ہے کہ اس ارشاد کو سامنے رکھ کر کھانے پینے سے کوئی تکلیف بھی نہیں ہوتی۔

تیرہویں تک ٹھہرنا ہے، دن میں حج کے سلسلہ کا ایک ضروری کام یہ ہے کہ رمی روزانہ کی جائے، پہلے دن (دسویں) کو صرف جمرۂ عقبیٰ کی رمی کی گئی تھی، اب جمرات ثلاثہ کی رمی روزانہ ہوگی، دسویں کو زوال سے پہلے پہلے رمی مسنون ہے اور گیارہویں، بارہویں، تیرہویں کو (اگر تیرہویں کو ٹھہرنا ہو) زوال کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر رمی کا حکم ہے، اول جمرۂ اُولیٰ کی (جو مسجد خیف سے متصل ہے پھر جمرۂ وسطیٰ کی، پھر جمرۂ اُخریٰ کی (۱)۔

تیرہویں کو منیٰ سے جانے کا عزم ہے، ان دنوں میں بشدت اس کا احساس ہوتا ہے کہ منیٰ کے کم سے کم یہ تین دینی دعوت اور تعلیم وتربیت کے مغتنم ترین دن ہیں جو مجموعی طور پر عالم اسلام کو اتنے بڑے پیمانہ پر کبھی میسر نہیں آ سکتے، عالم اسلام کا ایک بہترین نمائندہ مجمع جو راہ خدا میں نکلا ہوا ہوتا ہے۔ جس میں اتنے دنوں کے مجاہدہ، تعلقات ومشاغل سے انقطاع، فاسد ماحول سے بے تعلقی، حج کے انوار وتاثرات کی وجہ سے دین کے جذب وقبول کرنے کی استعداد پیدا ہو چکی ہوتی ہے۔ اور دین وعبادت

(۱) رمی کے مفصل احکام کتب مناسک میں دیکھے جائیں۔

ہی کے لئے اس کا قیام ہوتا ہے، اگر اس وقت سے فائدہ اٹھایا جائے تو برسوں کا کام چند دنوں میں اور ہزاروں میل کا سفر ایک مختصر سے رقبہ میں طے ہو جائے، ایک جہاز پر اگر ایک ملک یا چند صوبوں کا قافلہ ہوتا ہے اور اس کے اوقات دین اور علم دین کے لئے فارغ ہوتے ہیں تو منیٰ کے میدان میں پورے عالم اسلام کا کارواں اکٹھا ہوا ہوتا ہے اور دین کے لئے فارغ۔

مگر صد حیف کہ ایسی فرصت سے دینی تعلیم و تربیت اور اسلامی دعوت کا فائدہ قطعاً نہیں اٹھایا جاتا، ہماری دینی زندگی کی چول اپنی جگہ سے ایسی ہٹی ہوئی ہے کہ کسی چیز سے بھی ہم فائدہ نہیں اٹھا سکتے، صرف منیٰ کے قیام کے یہ دن اور حجاج کا یہ مجمع ایسا تھا کہ اس سے پورے عالم اسلام میں دین کی روح پھونکی جا سکتی تھی اور دعوت کا جذبہ پیدا کیا جا سکتا تھا۔ یہ مجمع ایک بادِ بہاری تھا جو سارے عالم میں دینی دعوت و اصلاح کے بیج بکھیر سکتا تھا اور دین کے ہزاروں چمن کھلا سکتا تھا، پچاس حکومتیں، ہزار وں انجمنیں، سینکڑوں اخبارات و رسائل، لاکھوں مبلغ و داعی وہ کام نہیں کر سکتے جو منیٰ کی ایک منظم، دعوت اور ایک تربیت یافتہ جماعت کر سکتی ہے، پہلے یہ سب حج کے ثمرات و منافع میں داخل تھا "لیشھدوا منافع لھم" کا مفہوم اتنا تنگ نہیں جتنا سمجھا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے امت کو جو آخری عالمگیر وصیت فرمائی ہے وہ عرفات و منیٰ کے میدان ہی میں فرمائی، عرفات و منیٰ کا مخاطب مجمع ہی اس کی صلاحیت رکھتا تھا کہ فرمایا جاتا۔

لیبلغ الشاھد الغائب فرب	دیکھو جو موجود ہے وہ میری یہ باتیں ان تک پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو بالواسطہ سنتا ہے وہ اپنے کانوں سے سننے والے سے زیادہ سمجھنے والا اور یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔
مبلغ اوعیٰ من سامع۔	

حج ہی کے موقع پر سورہ براءت کی ابتدائی آیات اور مشرکین کے احکام کا اعلان ہوا، حج ہی کے موقع پر ایک خلقت نے آنحضرت ﷺ سے براہ راست دین کی تعلیم حاصل کی، حج ہی کے موقع پر بلاد و امصار کے طالب علم دین سیکھنے، احکام معلوم کرنے، حدیث سننے جمع ہوا کرتے تھے، حج آج بھی عالم اسلام میں زندگی کی لہر پیدا کر سکتا ہے، مسلمانوں میں دینی شعور اور اپنی ذمہ داری کا احساس پیدا کر سکتا ہے، حج ہی کے ذریعہ اس بھٹکے ہوئے قافلہ کو اپنی گم کردہ منزل نظر آ سکتی ہے اور "معمار حرم" کو "تعمیر جہاں" کا بھولا ہوا کام یاد آ سکتا ہے، حج اصلاح و انقلاب کی ایک عظیم الشان طاقت ہے، مگر ہماری کاہلی اور نادانی سے یہ بہت کچھ ضائع ہو رہی ہے۔ ہر سال ضائع ہوتی ہے اور برسہا برس سے ضائع ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات میں کمی نہیں، مگر ہماری طرف سے ناقدری میں بھی کمی نہیں۔ کسی زندہ اور صاحب عمل قوم کو یہ موقع حاصل ہوتا اور اس کو ہر سال کسی جد و جہد اور مادی ترغیب کے بغیر محض دینی کشش اور اخروی نفع کی بنا پر یہ عالمگیر اجتماع میسر ہوتا تو وہ تمام عالم میں انقلاب کر سکتی تھی اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں اپنا پیغام پہنچا سکتی تھی، دنیا کی بہت سی قومیں جو نبوت اور وحی الٰہی کی عطا کی ہوئی دولتوں سے محروم ہیں حج کے اس بین الاقوامی اجتماع کو جس میں ہر حصۂ زمین سے آئے ہوئے لاکھوں مسلمان اپنا خرچ کر کے اور راستہ کی صعوبتیں برداشت کر کے اپنے شوق سے جمع ہوتے ہیں رشک و حسد کی نگاہوں سے دیکھتی ہیں، ان کو اپنی چھوٹی چھوٹی مجلسوں کے لئے لاکھوں روپئے خرچ کرنے پڑتے ہیں، طاقتور پروپیگنڈہ کرنا پڑتا ہے، پھر بھی کامیابی نہیں ہوتی، اس لئے کہ ان کے ساتھ دینی کشش اور روحانی جذب نہیں لیکن مسلمانوں کو اس مفت کی دولت کی قدر نہیں۔

تعلیم وتربیت، دینی تذکیر ودعوت، حج کا ضمنی اور ثانوی فائدہ ہے، لیکن کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہیں، خصوصاً اس عہد میں کہ اس کی ضرورتیں بے حد بڑھ گئی ہیں، اگر کسی ایک ملک کے مسلمانوں میں بھی کسی درجہ کا عزم اور نظم پیدا ہو جائے اور اس کام کے لئے وہ ضروری تیاری کرلیں، مخلص، دردمند، صاحب علم اور داعی کسی تعداد میں بھی فراہم ہو جائیں اور عالم اسلام کی دو چار زبانوں خصوصاً عربی پر اتنی قدرت حاصل ہو کہ وہ اس میں دعوت کا کام انجام دے سکیں ان کے پاس دعوت کا ضروری سامان بھی ہو، عالم اسلام کے لئے پیغام، اس کے اصل امراض مصائب کی تشخیص اور ان کا صحیح علاج، دین کی طرف بازگشت کی دعوت، امت کی نشاۃ ثانیہ کا راستہ، امت کا اصل محل ومقام، رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور اس امت کے ظہور کا مقصد اسلام اور عالم انسانی کا رشتہ، آخرت کی دنیا پر ترجیح، صحابہ کرامؓ اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے حقیقی اوصاف واخلاق۔

ان مضامین پر خود بھی تیار ہوں اور ان کے پاس ان حقائق کو ذہن نشین کرنے کے لئے اور بعد تک یاددہانی کرنے کے لئے مختصر رسائل ومطبوعہ مضامین بھی ہوں، ایک ایسی جگہ بھی ہو (عارضی) جہاں وہ منتخب لوگوں کو بیٹھنے، گفتگو کرنے اور مطالعہ کرنے کی دعوت دے سکیں۔ اس لئے کہ اتنے وسیع اجتماع میں وہ ہر جگہ نہیں پہونچ سکتے۔ دینی زندگی پیدا کرنے کے لئے ان کے پاس ایک نظام عمل بھی ہو، جس کا تجربہ ہر ملک میں کیا جا سکے، تو منیٰ کے اس سہ روزہ قیام سے محیر العقول فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

دوسرے ممالک کے علاوہ خود ہندوستانی حجاج کی ہزاروں کی تعداد ملے گی جس کے پاس وقت گذارنے کے لئے لایعنی باتوں یا (فرائض کے بعد) کھانے پینے کے

سوا کوئی مشغلہ نہیں، ان میں بہت بڑی تعداد دین کے ابتدائی اصول و ارکان سے اگر ناواقف نہیں تو غافل ضرور ہوگی اور کم سے کم ان کی دعوت و تذکیر اور ان کے احیاء و ترویج کے لئے جدو جہد سے ضرور غافل ہے ان سب کو اس کی طرف متوجہ کرنا بہت بڑا کام ہے اور اس کام کے لئے منیٰ اور مکہ معظمہ سے بہتر موقع نہیں مل سکتا۔

اس میں شبہ نہیں کہ اس کام میں سو فیصدی بلکہ شاید پچاس فیصدی کامیابی بھی یقینی نہیں، داعیوں اور کارکنوں کی کمی، ان کی بے سروسامانی مجمع کو پھیلاؤ، وقت کی قلت، انتشار و پراگندگی، ناواقفیت و اجنبیت، یہ اور بہت سی چیزیں جو تجربہ کے بعد علم میں آئیں گی کامیابی کے راستے میں حائل ہیں، لیکن اگر اس عظیم الشان کام میں دس فیصدی کامیابی کا بھی امکان ہو بلکہ سردست کوئی امکان نہ ہو تو بھی ہر قیمت پر یہ سودا سستا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کی اس میں قوی امید ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی سے قریبی نسبت ہے۔ ع

"گر ایں سودائے جاں بودے چہ بودے"

کاش اس کو مسلمان اپنی ضروریات کی فہرست میں شامل کر لیتے، کاش اس کے لئے کچھ اہل ہمت کچھ اہل توفیق تیار ہو جاتے، کاش ہمارے یہ معروضات دلوں میں کچھ آمادگی پیدا کر سکتے۔

آیئے منیٰ کے اس قیام سے فائدہ اٹھائیں اور ذرا دیر کے لئے عقبہ چلیں، جہاں مدینہ کے انصاریوں نے پہلے پہل حضورؐ کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی، اس کی حمایت و نصرت کا عہد کیا اور جہاں حقیقتاً ہجرت اور مدنی زندگی کی داغ بیل پڑی، اسلام کی تاریخ میں اور عالم اسلامی کے طویل و عریض رقبہ میں یہ چند گز زمین بڑی حرمت و قیمت رکھتی ہے، سچ پوچھئے تو بدر کی فتح کا سنگ بنیاد یہیں رکھا گیا، تاریخ اسلام

کا افتتاح یہیں ہوا، عالم اسلام کی تاسیس یہیں عمل میں آئی، یہی وہ موقع ہے جہاں اللہ کے نبیؐ سے جو سارے حج کے مجمع سے مایوس ہو رہا تھا، یثرب کے بارہ آدمیوں نے چھپ کر بیعت کی اور اپنی خدمات پیش کیں، اگلے سال اسی جگہ بہتر مرد اور عورتوں نے بیعت کی اور حضورؐ کو اہل مدینہ کا پیام شوق پہونچایا اور مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی، حضورؐ نے فرمایا کیا تم دین کی اشاعت میں میری پوری پوری مدد کرو گے اور جب میں تمہارے شہر میں جا بسوں، کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل وعیال کی مانند کرو گے مدینہ والوں نے پوچھا، ایسا کرنے کا معاوضہ ہم کو کیا ملے گا۔ فرمایا بہشت! اہل مدینہ نے دریافت کیا کہ اے خدا کے رسولؐ ہماری تسلی فرما دیجئے کہ حضورؐ ہم کو کبھی چھوڑ نہ دیں گے، فرمایا نہیں! میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہوگا۔ اس پر ان حضرات نے بڑے جوش و سرور کے ساتھ بیعت کی۔

یہ جگہ منیٰ اور مکہ کے راستے میں ہے اور جمرۂ اخری سے کچھ دور نہیں، آپ اس سے آتے جاتے گزرے ہوں گے، اب اس جگہ مسجد بنی ہوئی ہے، مکروہ وقت نہیں ہے آیئے ہم بھی دو چار رکعت نفل پڑھیں، اس جگہ اللہ کے بہت سے مخلص بندوں نے اپنے مالک سے بندگی کا عہد و پیمان تازہ کیا اور اپنے رفیقوں کے ساتھ اسلام کی خدمت و نصرت کا عہد لیا (۱) آیئے ہم بھی اللہ سے دعا کریں کہ ہم کو اسلام کی خدمت اعلاء کلمۃ اللہ کی کوشش اور سنت نبویؐ کے احیاء کی جد و جہد کے لئے قبول فرمائے، اور ان صادقین کے طفیل صدق و اخلاص کی دولت سے کوئی حصہ عطا فرمائے۔

آج ذی الحجہ کی تیرھویں ہے اور منیٰ کے قیام کا آخری دن، عارضی آبادی کا ایک

---

(۱) حضرت سید احمد شہیدؒ نے بھی اپنے حج کے موقع پر اس جگہ دین کے لئے سرفروشی و جانبازی پر اپنے ساتھیوں سے بیعت لی تھی اور اللہ سے عہد کیا تھا۔

حصہ کل جاچکا باقی آج جا رہے ہیں، خیمے اکھڑ رہے ہیں، شامیانے لپیٹے جا رہے ہیں، سامان بار ہو رہا ہے، منٰی پر آخری نگاہ ڈالئے اور مکہ معظمہ کا رخ کیجئے۔ رہے نام اللہ کا۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔

مکہ معظمہ میں داخل ہو گئے، حرم میں نماز پڑھئے اور طواف کیجئے بیت اللہ کو دیکھئے اور دیکھتے رہئے ہر وقت اس کا نیا جمال اور نئی شان ہے۔

کعبہ را ہر دم تجلی می فزود

ایں ز اخلاصات ابراہیم بود

اتنے دن سے اس کو دیکھ رہے ہیں مگر جی نہیں بھرتا، نگاہ نہیں تھکتی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اس ذات کے جمال جہاں آرا کا کیا حال اور اس کی دید کی کیا مسرت ولذت ہوگی۔

آپ بیشک حج سے فارغ ہو گئے، اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اور آپ کے اعزاء اور دوستوں اور سب مسلمانوں کے لئے مبارک فرمائے اور آپ کو بار بار لائے، مناسک حج میں سے کوئی رکن، کوئی فریضہ اور واجب باقی نہیں رہا، آپ آج اگر حرم سے چلے جائیں تو کوئی فقیہ آپ کو ٹوک نہیں سکتا، آپ کا حج مکمل، مناسک سب تمام، لیکن یہاں سے جانے کی ایسی عجلت کیوں ہے، یہاں کا قیام آپ پر خدانخواستہ بار کیوں ہونے لگا، اعزہ کی یاد مسلّم، وطن کی کشش برحق، دوستوں اور عزیزوں کی ملاقات سر آنکھوں پر، لیکن یہاں جو لمحہ گزر جائے غنیمت اور حاصل زندگی، مجبوری کی بات اور ہے مگر اپنی طرف سے جلد سے جلد چلے جانے کا اہتمام اور وطن کا اتنا شوق کہ پر لگ جائیں اور اڑ کر پہونچ جائیں، اتنی بے مروتی سمجھ میں نہیں آتی، اپنے لئے طواف کیجئے اپنے مرحوم عزیزوں، دوستوں، استادوں، محسنوں، رفیقوں اور ساتھیوں

کے لئے کیجئے، تنعیم جا یئے اور عمرہ لا یئے، زمزم سے خوب سیراب ہوئے، حرم شریف میں نمازیں پڑھئے اور ہر نماز میں لاکھ نمازوں کا ثواب پایئے، قرآن مجید کی تلاوت کیجئے، ہمت ہو تو غار حرا کی زیارت کیجئے، فرصت ہو تو غریب محلوں اور تنگروتیوں کی آبادی میں جا کر ان کی دینی حالت دیکھئے، ان سے خود استفادہ کیجئے اور اگر آپ سے کوئی دینی فائدہ پہونچ سکے تو اس سے دریغ نہ کیجئے، مکہ معظمہ کے اہل علم وفضل سے ملاقاتیں کیجئے، حرم میں اب حجاج کا ہجوم نہیں، حجر اسود کا باطمینان استلام کیجئے، رکن یمانی کے پاس حطیم کے اندر، مقام ابراہیمؑ پر شوق سے نوافل پڑھئے، جتنے ارمان باقی رہ گئے ہوں سب نکالئے اور سب شوق سے پورے کیجئے۔

اب اگر صدائے رحیل بلند ہوگئی اور جانا ٹھہر گیا تو طوافِ وداع کر لیجئے اور بیت اللہ اور حرم شریف سے رخصت ہوئیے۔ جدہ میں اگر جہاز میں اتفاقاً دیر ہو اور آپ مکہ معظمہ واپس نہ آسکیں تو ان حجاج میں جو جہازوں کے انتظار میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور کسی طرح وقت گزاری کر رہے ہیں۔ چل پھر کر اور مل جل کر پھر دینی ضروریات واحکام کی طرف ان کو متوجہ کیجئے، مگر خود ان کے حقوق اور ان کے احترام کا لحاظ رکھتے ہوئے، آپ اگرچہ حج میں ان کے شریک ہیں مگر اس سے ان کے حج کا احترام آپ کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا، کسی کلمہ سے ان کی تنقیص یا ان کی دل آزاری نہ ہو۔

جہاز تیار ہے، بسم اللہ کر کے سوار ہوئیے، واپسی ضرور ہے، سفر بیشک وطن کی طرف ہے لیکن یاد رہے کہ واپسی اللہ کے گھر سے ہے، آپ حج کی ذمہ داریوں کے ساتھ واپس ہو رہے ہیں، نمازوں کا اہتمام، ذکر میں مشغولیت، رفیقوں کا خیال، ساتھیوں کے لئے ایثار کا جذبہ، اپنی کوتاہیوں پر ندامت واستغفار، پہلے سے زیادہ ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسلمان کی ایک بڑی جماعت کی دینی خدمت ورفاقت کا

موقع دوبارہ عطا فرمایا ہے پھر اس موقع سے فائدہ اٹھایئے اور اپنے حج کو قیمتی بنایئے۔

اچھا اب رخصت، یہ توشتہ کیا عجب ہے کہ ہم سے زیادہ خوش قسمت ہو کہ سفر حج میں آپ کے ساتھ ہو، اور حرمین میں اس کو آپ کی رفاقت کی سعادت حاصل ہو، اور خدا کی قدرت ورحمت سے بعید نہیں کہ آپ کو اس سے کچھ کام کی بات ہاتھ آجائے، اگر یہ نہ ہو تو بھی ایک ادنیٰ وناا ہل رفیق کا بھی حق ہوتا ہے، حجاج کو اپنے اُس سامان سے بھی اُنس ہو جاتا ہے جو اس سفر سعادت میں ساتھ ہو، یہ بھی نہیں تو اخوت اسلامی کا حق ضرور ہے، ان حقوق کی بنا پر اور بغیر کسی حق کے لوجہ اللہ یہ درخواست ہے کہ راقم سطور، اس کے والدین، اعزاء واحباب، محسنین (اور اس مجموعہ کے مرتب ومعاونین) کے لئے مواقع قبولیت پر دعا فرمائی جائے۔

غرض نقشیت کز ما یا وماند   کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحبدلے روزے زرحمت   کند برحال ایں مسکیں دعائے

☆☆☆

حج کے چند مشاہدات واحساسات

یہ وہ تقریر ہے جو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے سفر حج سے واپسی پر ۱۹ر ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۸/۱۰/اکتوبر ۱۹۸۱ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں علماء، اساتذہ اور طلباء دارالعلوم اور شہر کے بعض اہم وممتاز حضرات کی موجودگی میں کی۔ تقریر ٹیپ کر لی گئی تھی، قلم بند ہونے اور مولانا کی نظر ثانی اور کسی قدر ترمیم واضافہ کے بعد ناظرین کے سامنے پیش کی جارہی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم

اس سال تقریباً چار سال کے بعد مجھے حج کی سعادت حاصل ہوئی، وہاں کی دعوتوں، اہم اجلاس، اور وسائلِ سفر کی موجودگی میں مختلف عوارض اور دینی مصروفیتوں اور ذمہ داریوں کی بناء پر حج کی سعادت حاصل کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ اس سال مجھے حجاز مقدس میں ڈیڑھ مہینے حاضر رہنے کا موقع ملا، حج میں شرکت کی بھی سعادت حاصل ہوئی، اس اہم اور مبارک موقع پر جب عالمِ اسلام سمٹ کر سامنے آجاتا ہے، مسلمانوں کی ملی ودینی زندگی کے بعض ایسے پہلو سامنے آئے جن کی طرف ان سب لوگوں کو فوری توجہ کرنے کی ضرورت ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کا صحیح علم وفہم عطا فرمایا ہے اور جو تبلیغ و دعوت اور اصلاح وتربیت کا فرض انجام دے سکتے ہیں۔

ہر زمانہ کی کچھ مخصوص بیماریاں ہوتی ہیں

ہر زمانہ کی کچھ مخصوص بیماریاں ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ جن لوگوں سے دین کا کام لیتا ہے، اور جو "نفوس زکیہ" کہلاتے ہیں، ان کے اندر اللہ تعالیٰ ان بیماریوں کے دور

کرنے، یا اس فساد کا مقابلہ کرنے کا ایسا قوی داعیہ پیدا کر دیتا ہے، جس کو وہ دبا نہیں سکتے اس کی بہت سی مثالیں ہیں، جن لوگوں نے میری کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" کا سلسلہ پڑھا ہے، یا تاریخ اسلام میں اصلاحی و تجدیدی تحریکوں پر ان کے وسیع و غائر نظر ہے ان کو اندازہ ہوگا کہ کسی زمانہ کا فتنہ شرک جلی تھا، کسی زمانہ کا بدعات، جاہلی رسوم، غیر قوموں کے عادات و رسوم کی تقلید اور ان کے شعائر کا اختیار کرنا، کسی زمانہ کا فتنہ وحدۃ الوجود کا غالی فلسفہ تھا، کسی زمانہ کا فتنہ "وحدت ادیان" کی گمراہ کن دعوت، کسی زمانہ کا فتنہ فلسفۂ یونان، اور عقلیت سے حد سے بڑھی ہوئی مرعوبیت، اور اس کو معصوم عن الخطا سمجھنے کی حد تک پہونچی ہوئی عقیدت فریفتگی، کسی زمانہ کا فتنہ باطنیت اور اسرار فروشی، مغز و پوست کی تقسیم، اور شریعت و فرائض و احکام کی تحقیر، اور ان کا استخفاف، یہ سب اپنی اپنی جگہ پر، اپنے وقت کے سنگین ترین فتنے تھے، اور بدقسمتی سے ان کے سائے عالم اسلام کے فکر و عمل پر اب بھی کہیں کہیں موجود ہیں۔ بعض تو پورے طور پر موجود ہیں، جیسے شرک جلی، جس کے کھلے ہوئے مظاہر اب بھی بہت سے مسلمان آبادیوں میں نظر آتے ہیں۔

بدعات کی اب بھی بہت سے اسلامی معاشروں میں گرم بازاری ہے وحدت ادیان اور بعض ملحدانہ خیالات، ملحدانہ فلسفے، اور ملحدانہ عقائد کے اثرات بھی موجود ہیں اور وہ نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ عالم اسلام کے علمی و فکری مراکز اور اُمت کے نباضوں کو ان سے چوکنا رہنا چاہئے، اور حضرت عمرو بن العاصؓ فاتح مصر کی اس وصیت پر عمل پیرا رہنا چاہئے جو انہوں نے مصر کے مسلمانوں کو کی تھی کہ۔

"تم ہمیشہ اپنے کو محاذ جنگ پر سمجھو اور یہ سمجھتے رہو کہ تم سرحد کی حفاظت پر مامور ہو"

انتم فی رباط دائم

حج عالم اسلام کے جائزہ کے لئے بہترین موقع

عالم اسلام کا اگر حقیقت پسندانہ، عمومی اور عالم گیر جائزہ لینا ہو، تو حج سے بہتر موقع نہیں۔ اگر کسی کو ان تبدیلیوں کو معلوم کرنا ہو جو عالم اسلام کی عملی، فکری اور اعتقادی سطح پر رونما ہوئیں، اور ان کمزوریوں سے واقف ہونا ہو، جن کے بہت سے اسلامی ممالک، اور مسلم معاشرے شکار ہوئے، تو حج کے موقع پر چلا جانا چاہئے، بشرطیکہ جانے والوں کی آنکھیں بھی کھلی ہوں، کان بھی کھلے ہوں، اور دماغ کے دروازے بھی بند نہ ہوں، وہ ایک جگہ سب کچھ پڑھ سکتا ہے اور یہ دیکھ سکتا ہے کہ عالم اسلام کن چیزوں میں ترقی کر رہا ہے اور کس چیز میں تنزل کا شکار ہے، کس تناسب سے ترقی ہو رہی ہے، اور کس تناسب سے کمزوری یا بیماری بڑھ رہی ہے۔

عالم اسلام میں اس وقت کئی طرح کی کمزوریاں نفوذ کر چکی ہیں ہر طرح کی بے ترتیبی کا عکس وہاں نظر آئے گا، بے شعوری، بدسلیقگی بات کا نہ ماننا، نظام پر نہ چلنا، وحدت کی کمی، اجتماعیت کی کمی، دین کی بنیادی باتوں (مبادی) سے ناواقفیت، دین سے دُوری۔ یہ ساری چیزیں آپ کو وہاں ملیں گی، اس کی ایک معمولی مثال ہے کہ میں نے مغرب کی نماز سے عشاء کی نماز تک (جس میں عام طور پر لوگ حرم شریف اور مسجد نبوی میں حاضر رہنا پسند کرتے ہیں) حرم شریف میں خانہ کعبہ کے بالکل نزدیک، مطاف سے قریب، لوگوں کو مسلسل دُنیاوی باتیں اس طرح کرتے سُنا جیسے کوئی ٹیپ ریکارڈ ہو، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی گاؤں کے چوپال میں بیٹھے ہوئے حقہ پیتے ہوئے چند احباب باتیں کر رہے ہیں (۱) جیسے اس کا شعور ہی نہیں کہ ہم کہاں

---

(۱) افسوس ہے کہ اس کا تجربہ اور مشاہدہ ہندوستانی یا پاکستانی حجاج میں زیادہ ہوا۔ انڈونیشی اور عرب اور خصوصیت کے ساتھ ترک حجاج اس سے عام طور پر محفوظ اور حرمین شریفین کے ادب و احترام میں ممتاز نظر آتے۔

آئے ہیں؟ کن ارمانوں اور دعاؤں سے آئے ہیں؟ کہاں بیٹھے ہیں؟ اور یہ حاضری دوبارہ نصیب ہوئی یا نہیں؟ خیال آتا تھا کہ اب حج وہی شخص کرے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے جذبہ کے ساتھ ذوق بھی دیا ہے، لیکن تجربہ اور مشاہدہ اس کے خلاف ہوا، کئی مرتبہ زبان پر آتے آتے رہ گیا کہ حاجی صاحب! کچھ تو شرم کیجئے، اللہ کا فضل ہے کہ آپ بیت اللہ شریف سے قریب ہیں، چند ہی گز کا فاصلہ ہے، کبھی کبھی تو طواف کا دائرہ وسیع ہوتے ہوتے ایسا قریب آجاتا تھا کہ ہم کو پیچھے ہٹ کر بیٹھنا پڑتا تھا، میں نے دیکھا کہ سانس لئے بغیر دنیا کی باتیں ہورہی ہیں، ہم کس جہاز سے آئے ہم کس جہاز سے جاؤ گے؟ تم نے کیا خریدا؟ تمہارا معلم کیسا ہے؟ ہمارا معلم کیسا ہے؟ مکان کیسا ملا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ پھر کہتے کہتے رُک جاتا کہ معلوم نہیں کیا جواب ملے گا، کہیں زبان سے کوئی ویسا کلمہ نہ کہہ دیں کہ اور گنہگار ہوں۔

حکومت نے اپنی طرف سے انتظامات میں کوئی کمی نہیں کی، ایک راستہ آنے کا، ایک راستہ جانے کا مقرر ہے اور وہ وسیع اور کشادہ ہے، لیکن بے نظمی، بے ضابطگی، مسلمان کی بے حرمتی، خود غرضی، اور نفسانیت کا کیا علاج ہے؟ رمی جمرات میں کتنے آدمی کتنی عورتیں اور بوڑھے کچل کر جاں بحق ہوئے، نظافت بھی اسلام کا شعار تھا، دنیا جانتی تھی کہ مسلمان صاف ستھرا رہتا ہے، نجاست سے دور رہتا ہے، اور اس سے اس کو کراہت ہوتی ہے، ان سب چیزوں میں برابر تنزل کا مشاہدہ ہورہا ہے اور معلوم نہیں بات کس حد تک پہونچ گئی ہے؟

ادب واحترام تو کجا فرائض میں بھی کوتاہی

یہ معاملہ تو حرم شریف کے ادب واحترام، اور وہاں کی حاضری کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا جو فضل وانعام ہوا ہے، اس کی قدر اور اس سے فائدہ اٹھانے کا ہے، اور اس

میں کوتاہی اور غفلت بے شک افسوس ناک بات اور تعجب خیز امر ہے، مگر اس سے زیادہ افسوس ناک اور حیرت انگیز معاملہ فرائض وارکان کا ہے تقریباً ہر حج کے موقع پر (اور اس حج کے موقع پر بھی دیکھا) کہ نویں ذی الحجہ کو منٰی سے عرفات روانگی کے موقع پر (جو علی الصباح ہوتی ہے) صبح صادق ہونے کا انتظار کئے بغیر فجر کی نماز کا وقت ہونے سے ایک گھنٹہ اور بعض اوقات اس سے بھی قبل فجر کی نماز وہ بھی جماعت کے ساتھ پڑھ کر مختلف ممالک کے حجاج عرفات کو روانہ ہو گئے، تاکہ سہولت کے ساتھ پہونچ سکیں، کتنا ہی سمجھایا گیا کہ ابھی فجر کا وقت نہیں ہوا، نماز نہیں ہوگی، مگر کون مانتا ہے، حکومت کی طرف سے انتظام ہے، کہ طلوع صبح صادق کا اعلان توپ کے ذریعہ ہوتا ہے، مگر کسی کو پروا نہیں، ایک مرتبہ خصوصی مہمانوں کے لئے حکومت کی طرف سے منٰی میں ایک ڈیرہ لگایا گیا تھا میں بھی اپنے رفقاء کے ساتھ وہاں تھا، صبح صادق ابھی نہیں ہوئی تھی اس میں خاصا وقفہ تھا کہ حجاج نے اپنی اپنی جماعتوں کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کردی، ایک عرب عالم کو اس پر بڑا غصہ آیا، مجھ سے کہا کہ میں عربی میں اعلان کرتا ہوں کہ ابھی صبح نہیں ہوئی، نماز فجر ادا نہیں ہوئی، تم اردو، انگریزی وغیرہ میں اعلان کر دو۔ اعلان کیا گیا مگر کسی نے سماعت نہیں کی، اور نماز پڑھ کر روانہ ہو گئے۔

یہی حال مزدلفہ سے منٰی کی روانگی کے موقع پر ہوتا ہے، اس مرتبہ پھر یہ منظر دیکھنے میں آیا کہ صبح صادق سے گھنٹے گھنٹے بھر پیشتر مختلف ملکوں کے لوگ نماز فجر (وہ بھی جماعت کے ساتھ) پڑھ کر منٰی کی طرف چل پڑے۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایک رکن ادا کرنے آئے (جس میں سنن اور مستحبات تک کی رعایت کرنی چاہئے) اور اسلام کے رکن اعظم نماز کو اس طرح ضائع کیا کہ نیکی برباد گناہ لازم۔

مختلف اغراض کے لئے حج کرنے والوں کی کثرت اور اس کے مفاسد

دوسرا پہلو جو حج کے سلسلے میں شدت کے ساتھ محتاجِ توجہ ہے، اور اس سلسلہ میں ایک عالمگیر کوشش، اور جدو جہد کرنے، اور ایک مستقل مہم چلانے کی ضرورت ہے، وہ نفلی حج ہی نہیں، مختلف اغراض ومقاصد کے لئے حج کرنے والوں کی کثرت ہے، جس نے فرض حج کرنے والوں اور حکومت دونوں کے لئے سخت دشواریاں اور ناقابلِ عبور مشکلات پیدا کردی ہیں اور حج کے تقدس اور حرمت ہی کو نہیں، اس کی نیک نامی اور شہرت کو بھی سخت نقصان پہونچایا ہے، بلکہ اسلام کی شہرت وعزت کو داغ لگایا ہے، اور اس کو خویش اور اغیار کی نگاہ میں سخت بے وقعت اور مشکوک بنا دیا ہے۔ ان دُنیاوی اغراض کے علاوہ (جن کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں) نفلی حج کا معاملہ بھی قابلِ نظر ثانی، اور علماء اور اہل شعور کے لئے قابلِ غور اور قابلِ توجہ بن گیا ہے۔ وسائلِ سفر کی کثرت، دولت کی بہتات، سعودی عرب میں معیشت وحصول دولت کے ذرائع ومواقع کی فراوانی نے مسئلہ کو اور پیچیدہ بنا دیا ہے۔

امام غزالیؒ نے اپنی زندۂ جاوید اور شہرۂ آفاق کتاب "احیاء علوم الدین" میں اس نفلی اور دنیاوی مقاصد سے بار بار حج کرنے کے رجحان پر (جو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے زمانہ میں بھی پیدا ہو گیا تھا) بڑی حقیقت پسندانہ اور فقیہانہ تنقید کی ہے اور اس سلسلہ میں فقیہ اُمت، صحابیٔ جلیل، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک حکیمانہ قول نقل کیا ہے، جس کو پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس زمانہ کو دیکھ کر فرما رہے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان دولت مندوں میں ۔ بہت سے لوگوں کو حج پر روپیہ صرف کرنے کا بڑا شوق ہوتا ہے وہ بار بار حج کرتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو بھوکا چھوڑ دیتے ہیں (اور حج کرنے چلے جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے صحیح فرمایا ہے کہ اخیر زمانہ میں بلا ضرورت حج کرنے والوں کی کثرت ہوگی، سفر ان کو بہت آسان معلوم ہو گا، روپیہ کی ان کے پاس کمی نہ ہوگی، وہ حج سے محروم و تہی دست واپس آئیں گے، وہ خود ریتوں اور چٹیل میدانوں کے درمیان سفر کرتے ہوں گے، اور ان کا ہم سایہ اُن کے پہلو میں گرفتارِ بلا ہوگا، اس کے ساتھ کوئی سلوک اور غم خواری نہ کریں گے" (۱)

عوام کی دینی و ذہنی تربیت کی شدید ضرورت

یہ ایک پوری داستان ہے، بعض لوگوں نے بتایا کہ ایک غیر عرب مسلم ملک کے اخباروں میں چھپا ہے کہ آج سونے کا یہ نرخ ہے اور حاجیوں کے پہلے جہاز کے آنے کے بعد یہ نرخ ہو جائیگا۔ کسی کہنے والے نے سچ کہا کہ حج پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے اور حج کی مٹی پلید کی جا رہی ہے۔ اس سے بھی گر کر بعض غیر اخلاقی مقاصد و منافع کے لئے (جن کا نام بھی زبان پر لانا اچھا نہیں معلوم ہوتا) مستقل ایجنسیاں قائم ہیں۔ یہ ایک خاص موضوع ہے اور اس پر ایک خاص نظام کے ساتھ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابھی عوام میں دین کا کام کرنے، ان کی دینی و ذہنی تربیت کی کس قدر ضرورت ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ عوام میں دین کا رہنا اسلام کی بقا و حفاظت کے لئے آہنی حصار کا کام دیتا ہے۔ اگر عوام میں دینی شعور دینی حمیت اور دین سے محبت ختم ہو گئی، تو خواص کو (جن کے بڑے طبقے نے اپنی قسمت و قیمت اقتدار و کرسی سے وابستہ سمجھ رکھی ہے) کسی چیز کا خطرہ باقی نہیں رہے گا۔ اور وہ کھل کھیلیں گے۔"

(۱) احیاء علوم الدین، ص ۲۲۵ جلد سوم

سلطانی جمہور" کے اس دور میں اُن کو خوف خدا نہیں، خوف عوام (جو خدا کے فضل سے ابھی اسلام سے وابستہ ہیں) اسلام کے خلاف کھلی محاذ آرائی اور اعتقادی ارتداد کی دعوت دینے سے روکے ہوئے ہے، جس دن یہ حصار ٹوٹا، اس دن یہ سیلاب سب کو بہا کر لے جائے گا۔

انبیاءؑ نہ اپنی دعوت بدلتے ہیں نہ دعوت کی زبان

جہاں تک خواص اور تعلیم یافتہ طبقے، بلکہ اہل فکر و اہل قلم کا تعلق ہے، اس کا سب سے بڑا ابتلا جس کی طرف بہت کم لوگوں کی نظر جاتی ہے (اور افسوس ہے کہ اہل نظر کی نظر بھی) وہ دین کو مادّی طریقے سے سمجھنے اور سمجھانے کا انداز، اس کے مادّی مقاصد اور فوائد پر زور، اور دین کو جدید سیاسی نظاموں کی اصطلاحات میں پیش کرنے کا رجحان ہے۔ یہ ایک ایسی نازک چیز ہے کہ اس کا ضرر بہت کم لوگوں محسوس ہوتا ہے۔ عام طور سے کہا جاتا ہے کہ اگر کسی کے دل میں دین کی عظمت اسی راستہ سے بٹھا دی جائے تو اس میں کیا خرابی ہے؟ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی حکیم، اُن سے بڑھ کر اپنے زمانہ کی نفسیات کا سمجھنے والا، پھر اس کے ساتھ اشاعت دین کا کوئی حریص نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید کی کتنی آیتیں ہیں جن میں ان کی اس فکرمندی، لوگوں کی ہدایت کی حرص اور ان کی موجودہ حالت پر ان کی دردمندی اور دل سوزی کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔

سورۂ شعراء میں فرمایا گیا ہے۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (۱)

اے (پیغمبرؐ) شاید تم اس (رنج) سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے، اپنے تئیں ہلاک کر دو گے۔

---

(۱) سورۂ شعراء آیت ۳۔

سورۂ فاطر میں آتا ہے:

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۔ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ (۱)	آپ ان پر افسوس کھا کھا کر ہلاک نہ ہو جائیں۔ اللہ خوب جانتا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔

سورۂ توبہ میں میں فرماتا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (۲)	(لوگو) تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے، اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں اور مومنوں پر بہت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں۔

ایک طرف تو ان کو یہ فکر اور حرص ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان کی دعوت قبول کر کے جہنم سے نجات پائیں اور جنت کے مستحق بنیں، دوسری طرف ان کی وہ حکمت و بلاغت ہوتی ہے جس کی نظیر کسی طبقہ میں نہیں مل سکتی، اس کے باوجود انہوں نے اپنے مخاطبین کو کبھی کوئی ذہنی رشوت نہیں دی۔ انبیاءؑ نہ اپنی دعوت کو بدلتے ہیں نہ دعوت کی زبان، اور نہ دعوت کی تفہیم کے طریقے کو بدلتے ہیں۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الفاظ تک کا خیال کیا ہے جمعہ کا نام جاہلیت میں "العروبۃ" تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے استعمال کو منع فرمایا کہ اس میں جاہلیت کی بو آتی ہے۔

---

(۱) سورۂ فاطر آیت ۸۔

(۲) سورۂ توبہ آیت ۱۲۸۔

اسلام کو بحیثیت ایک تحریک پیش کرنے کا سبب

مغربی فلسفہ سے مرعوبیت

اسلام کو ایک نظام اور تحریک کے طور پر پیش کرنے، اس کی سیاسی، تنظیمی، تمدنی، فوائد بیان کرنے میں انہماک اور اسی پہلو پر زور دینے کے اسباب میں ان سیاسی حالت، نام نہاد مسلم حکومتوں کے رویے، اور ان کی ہر ایسی چیز سے دحشت اور خوف کو بھی دخل ہے جس میں سیاست کی بو بھی آتی ہے، اور جس سے کسی متوازی تنظیم یا قیادت کے ابھرنے کا وہم پیدا ہوتا ہے۔ اس کا دوسرا باعث ان مسلمان اہل قلم کی تحریریں، اور ان کی اسلام کی ترجمانی بھی ہے، جو مغربی فلسفوں، سیاسیات، نظاموں کے مطالعہ اور وہاں کے تمدنوں و معاشرہ کی ناکامی کے مشاہدے اور تجربہ کی راہ سے اسلام کے مطالعہ اور ایمان و اعتقاد کی منزل تک پہنچے اور اس کی حقیقت نے ان کو اسلام کی صداقت اور عظمت کا قائل اور گرویدہ بنایا، عالم عربی میں خاص طور پر یہ بات کمزوری کی حد تک پہونچی ہوئی ہے۔

ان ملکوں کی صورت حال نے خواص اور دینی جماعتوں کے قائدین میں دین کی سیاسی تفہیم کا عمومی رجحان پیدا کر دیا ہے۔ وہ سمجھنے لگے ہیں کہ اس کے بغیر ہم نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کو دین کی طرف متوجہ نہیں کر سکتے، اس کی عملی قدر و قیمت کا احساس نہیں کرا سکتے، اور ان میں نیا جذبہ اور حرکت نہیں پیدا کر سکتے۔ اس وقت وہاں ایک ایسی غیر اختیاری صورت پیدا ہو گئی ہے جو دین کی اصل روح کے لئے ایک ابتلاء ہے۔ ''فتنہ'' کی خاصیت یہ ہے کہ وہ فتنہ نہ معلوم ہو، اس وقت کا فتنہ یہ ہے کہ بڑے سے بڑے عالم، بڑے سے بڑے مسلمان دانش ور، اور بڑے سے بڑے مخلص دین کو اس

انداز میں پیش کر رہے ہیں جس انداز میں انبیاء علیہم السلام نے پیش نہیں کیا۔

اس کی ایک مثال اور نمونہ حج ہے، بہت سے مسلمان اہل قلم اور دین کے داعی اور ترجمان کہنے لگے ہیں کہ حج ایک عالمی، بین الاقوامی، مؤتمر اسلامی (انٹرنیشنل اسلامی کانفرنس) ہے، جس کا مقصد ملت کے مسائل پر تبادلۂ خیال اور غور و فکر، اور ان کے حل کے وسائل تلاش کرنا ہے۔ میں سالہا سال سے دیکھ رہا ہوں کہ اس طرح بے محابا حج کو پیش کیا جاتا ہے، جب میں نے چار پانچ سال پہلے مسجد نمرہ میں عین عرفات کے خطبہ میں محترم خطیب صاحب کو یہ کہتے سنا کہ حج ایک "مؤتمر اسلامی" ہے تو مجھے اندازہ ہوا کہ بات کہاں سے کہاں تک پہونچ چکی ہے اور اب مسلمان دانشوروں اور حج پر لکھنے والوں میں یہ عام ذہن بن چکا ہے۔

میرا اس سال منیٰ میں رابطۂ عالمی اسلامی کی عمارت میں قیام تھا، جہاں رابطہ کے ارکان اور مختلف ممالک کے ممتاز ترین علماء اور حکومت کے بہت سے معزز مہمان ٹھہرے ہوئے تھے، مختلف ممالک کے حج کے وفود، اور امریکہ کے نومسلم بلالی مسلمان بھی خاصی تعداد میں تھے، وہاں حج کے فوائد اور مناسک پر متعدد تقریریں ہوئیں، مگر کسی نے کوئی تقریر اس موضوع پر نہیں کی کہ حج کی روح کیا ہے اور اس کے اسرار و مقاصد اصلی کیا ہیں؟ اخیر میں مجھ سے فرمائش کی گئی کہ میں ان بلالی مسلمانوں کے سامنے حج کے موضوع پر تقریر کروں وہ سب مشتاق ہیں۔ میں نے کہا کہ میں عربی میں تقریر کروں گا، اس موقع پر رابطہ کے ارکان اور عالم اسلام کے چیدہ علماء اور معزز مہمان سب تشریف رکھتے ہوں تو بہتر ہے۔ اسی پر عمل ہوا۔ رابطہ کے جنرل سکریٹری (الامین العام) معالی الشیخ محمد علی الحرکان بھی جو خود بھی جلیل القدر عالم اور محدث ہیں، اور اپنے اس عہدہ سے پہلے مملکت سعودیہ کے وزیر العدل

(وزیر قانون) رہ چکے ہیں، اور میرے پرانے دوست ہیں، تشریف رکھتے تھے، اقوام متحدہ (نیو یارک) میں رابطہ کے آفس کے شعبۂ دعوت کے انچارج عزیزی مولوی مزمل حسین صدیقی ندوی نے اس کا ترجمہ انگریزی میں کیا، جو امریکہ میں بھی میری تقریر کا ترجمہ کر چکے ہیں، میں نے ارادہ کر لیا کہ اس مرتبہ دل کھول کر حج کی حقیقت اور روح پر تقریر کروں گا۔

اسلام کے چار عملی ارکان

میں نے کہا کہ حضرات! اسلام کے چار عملی رکن ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج۔ ان میں سے ہر ایک کا محور ہے، جس کے گرد وہ گھومتا ہے۔

نماز کا محور

نماز کا محور کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (۱) — اور میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو

دوسری آیت:

وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ (۲) — اور خدا کے آگے ادب سے کھڑے رہا کرو

نیز ارشاد فرمایا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ. الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ (۳) — بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے، جو اپنی نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں۔

یہ ہے نماز کا محور، نماز کی اصل روح، ادب، خشوع و خضوع، اور قیام و سکوت ہے۔

---

(۱) سورۂ طٰہٰ آیت ۱۴۔ (۲) سورۂ بقرہ آیت ۲۳۸۔ یہ آیت نماز کے ذکر کے سیاق میں ہے مکمل آیت ہے۔ حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ وقوموا للہ قانتین۔
(۳) سورۂ مومنون آیت ۱، ۲۔

زکوٰۃ کا محور

زکوٰۃ کے متعلق ارشاد ہے

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ(۱)

ان کے مال میں سے زکوٰۃ قبول کرلو، کہ اس سے تم ان کو (ظاہر میں) پاک اور (باطن میں) پاکیزہ کرتے ہو، اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو کہ تمہاری دعا ان کے لیے موجب تسکین ہے اور خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

دوسری جگہ زکوٰۃ کے مصارف بیان کئے گئے ہیں، فرمایا گیا ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۚ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ(۲)

صدقات (یعنی زکوٰۃ وخیرات) تو مفلسوں، محتاجوں اور کارکنان صدقات کا حق ہے، اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلوب منظور ہے، اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرض داروں (کے قرض ادا کرنے) میں اور خدا کی راہ میں، اور مسافروں (کی مدد) میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیے) یہ حقوق خدا کی طرف سے مقرر کر دیے گئے ہیں، اور خدا جاننے والا حکمت والا ہے۔

(۱) سورۃ التوبہ آیت ۱۰۳۔

(۲) سورۃ التوبہ آیت ۶۰۔

اس طرح زکوٰۃ کی تشریعی حکمت، اموال ونفوس کا تزکیہ وتطہیر، رضائے خداوندی کا حصول، رحمت الٰہی کا نزول، مساکین وفقراء کے ساتھ مواساۃ وغم خواری، ضرورت مندوں کی حاجت براری، اور مرض حرص وبخل اور اکتناز (دولت کی ذخیرہ اندوزی) سے حفاظت ہے۔

روزہ کا محور

روزہ کا محور ہے تقویٰ (احتیاط ولحاظ) کی عادت (پرہیزگاری)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ(۱)

مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم پرہیزگار ہو۔

تم سے روزے اس لئے رکھوائے جاتے ہیں، تا کہ تم میں تقویٰ کا ملکہ پیدا ہو جائے، تمہیں لحاظ کرنا آ جائے بندہ خدا کا لحاظ کرنا سیکھ جائے، اس کو دانا وبینا اور ہر وقت کا نگراں سمجھے، اور یہ اس کا مزاج بن جائے۔ جب اس نے خدا کے حکم اور اس کے خوف سے ایک خاص وقت میں مباحات وطیبات سے پرہیز کیا، اور ان سے باز رہا، تو بدرجۂ اولیٰ محرمات ومکروہات سے ہمیشہ پرہیز کرے اور ان سے باز رہے۔

حج کا محور

حج کا محور کیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ

پھر چاہئے کہ لوگ اپنا میل کچیل دور کریں اور نذریں پوری کریں، اور خانۂ قدیم (یعنی بیت اللہ) کا

---

(۱) البقرۃ آیت ۱۸۳

الْعَتِيْقِ ذٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِنْدَ رَبِّهِ (۱)

طواف کریں، یہ (ہمارا) حکم ہے اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو خدا نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ پروردگار کے نزدیک اس کے حق میں بہتر ہے۔

سارا حج اصل میں اس عشق و بے خودی کے اظہار کا ذریعہ ہے جو انسان کے اندر فطری طور پر موجود، اور شرعاً و عقلاً مطلوب ہے:۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (۲)

اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (۳)

اللہ ان سے محبت کرتا ہے، اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

---

(۱) سورۃ الحج آیت ۲۹۔۳۰۔ (۲) سورۃ البقرۃ آیت ۱۶۵۔ (۳) سورۃ المائدۃ آیت ۵۴۔

حج کا ایک بڑا مقصد محبوب حقیقی سے والہانہ محبت کا اظہار ہے

میں نے کہا کہ حج کا ایک بڑا مقصد اپنے خالق اور محبوب حقیقی سے والہانہ محبت کا اظہار ہے، جس طرح سے پروانہ شمع پر گرتا ہے۔ دوسرے طاعت مطلقہ اور امتثال امر ہے، مناسک اور ارکان حج کو ادا کرو، اور اس کے عاشق و محبوب خلیل الرحمٰن کے عمل کی نقل کرو، اور یہ نہ پوچھو کہ کیوں؟ اس حج کے پورے ڈھانچہ میں روحِ ابراہیمی سرایت کئے ہوئے ہے۔ یہ حج حضرت ابراہیمؑ کے عشق، اور حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کی یادگار اور تمثیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت ہاجرہ کی پریشانی اور والہانہ کیفیت کے ساتھ دوڑنے پر پیار آیا، اس نے اس کو قیامت تک کے لئے پسند فرمالیا، اور ہمیشہ کے لئے اس کو محفوظ فرمالیا، اب دنیا کے بڑے بڑے دانشور آئیں اپنے وقت کے غزالیؒ اور رازیؒ اور ابن سینا و فارابی بھی آئیں تو وہ بھی صفا مروہ کے درمیان اسی طرح چلیں گے، جیسے حضرت ہاجرہؓ چلی تھیں، اور جہاں حضرت ہاجرہؓ پریشان ہو کر دوڑنے لگی تھیں، وہاں وہ بھی دوڑیں۔ آج کوئی پوچھے کہ اب دوڑنے کی کیا ضرورت ہے، اس مقام پر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہؓ کی نظر سے اوجھل ہو جاتے تھے، تو جلدی دوڑ کر اس جگہ پہونچنا چاہتی تھیں جہاں سے حضرت اسمٰعیل نظر آتے تھے، کہ شیر خوار بچہ محفوظ ہے یا نہیں، کوئی جانور تو اسے نہیں لے گیا۔ اب ہمیں اور اس زمانہ کے بڑے سے بڑے شیخ الاسلام، شیخ الازہر، اور شیخ الحدیث کو دوڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہاں سے جواب ملے گا کہ ہمیں ان کا دوڑنا پسند آگیا ہے، اب اس عمل میں محبوبیت پیدا ہوگئی ہے۔ طواف میں شروع کے تین شوط میں پاؤں اٹھا اٹھا کر اور سینہ

نکال کر چلتے ہیں، جس کو "رمل" کہتے ہیں۔ اب بھی اسی طرح پہلے طواف کرنا ہوتا ہے، یہ کیوں؟ اس لئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام عمرۃ القضاء(۱) میں آئے تو قریش جبل قیقعان پر چلے گئے، کہ ہم مسلمانوں کے اس طرح آزادانہ مکہ میں آنے اور طواف کا منظر دیکھ نہیں سکتے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ مسلمان مدینہ جا کر کمزور ہو گئے ہیں، اب ان سے چلا نہیں جاتا۔ حکم ہوا کہ یہاں پر اُٹھ اُٹھ کر، سینہ نکال کر چلو۔ یہ ادا اللہ کو پسند آئی اور یہ عمل سنت قرار پایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کیلئے لے جا رہے تھے، شیطان نے بہکایا اور اس عمل سے باز رکھنے کی کوشش کی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے غصہ میں آکر شیطان کو کنکریاں ماریں، اللہ کو یہ ادا بھی پسند آئی اور اس کو زندہ جاوید بنا دیا۔ سب کو یہ کرنا ہے، اگر کہیں کوئی رمی نہیں کر سکا تو قربانی کرنا پڑے گی۔

میں نے کہا کہ امتثال امر کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ عرفات میں مغرب کی نماز سب ترک کر دیتے ہیں، اور مزدلفہ جا کر عشاء کے وقت میں مغرب، عشاء کو جمع کر کے پڑھتے ہیں، مجھے تو یاد نہیں کہ مجھ جیسے گنہگار اور قاصر الہمت نے بھی برسوں میں کبھی مغرب کی نماز بغیر عذر کے بے وقت پڑھی ہو۔ قرب الٰہی کا عرفہ جیسا میدان جس کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ شیطان کو اتنا ذلیل اور مغموم کسی دن نہیں دیکھا گیا جتنا کہ عرفہ کے دن۔ شیطان کہتا ہے کہ میری ساری محنت برباد ہوئی۔ آج کتنے آدمیوں کی مغفرت ہوئی۔ ایسے مقام قرب ورحمت میں حکم ہوتا ہے کہ مغرب کی نماز یہاں نہ پڑھو، نماز نہ پڑھیں؟ بازاروں میں نماز پڑھی، امریکہ یورپ کے پارکوں، ہوٹلوں اور ٹرین وہوائی جہاز پر نماز پڑھی اور آج میدان عرفات میں نماز نہ

---

(۱) تفصیل کے لئے سیرت کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے۔

پڑھیں قضا کر دیں؟ ہاں قضا کر دو، اس لئے کہ تم ہمارے بندے ہو، نماز کے بندے نہیں ہو، ہماری بات ماننی ہوگی، عادت پر چلنا نہیں ہوگا۔ خود منیٰ سے عرفات، عرفات سے مزدلفہ اور مزدلفہ سے پھر منیٰ منتقل ہونا، تعمیل حکم اور امتثال امر کی واضح مثال ہے کہ کہیں کتنا ہی جی لگ جائے اور کیسا ہی مزہ آ رہا ہو، اپنی خواہش اور ذوق کے مطابق قیام کی اجازت نہیں ہے، ہم جہاں کہیں جاؤ اور جتنا کہیں اتنا ٹھہرو۔

حج کا دوسرا بڑا مقصد ملّت ابراہیمی کو مزاج ابراہیمی سے مربوط کرنا

میرے محدود علم و مطالعہ میں حج کے مقاصد و فوائد پر حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے زیادہ جامع اور بہتر کسی نے نہیں لکھا، وہ فرماتے ہیں کہ حج ایک بڑا مقصد ملت ابراہیمی کو حضرت ابراہیمؑ کے مزاج سے مربوط کرنا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ قیامت تک یہ ملت حضرت ابراہیمؑ سے مربوط رہے جو اس دین کے بانی ہیں۔

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ (۱)

تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین، اسی نے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا تھا۔

اور ان سے مربوط ہونے کا مقام مکہ اور اس کے نواحی و اطراف ہیں، وہاں جا کر دیکھ آؤ کہ وہ کیا کرتے تھے، وہاں ان کا بنایا ہوا اللہ کا گھر (کعبہ) موجود ہے، وہ مسعیٰ ہے، یہ صفا و مروہ ہے، یہ عرفات و مزدلفہ و منیٰ ہیں جہاں انہوں نے اپنے عشق اور جذبۂ قربانی اور ایثار و فدائیت کا اظہار کیا تھا، اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ ملت جہاں بھی

---

(۱) سورۃ الحج آیت ۷۸۔

رہے ہمیشہ حضرت ابراہیمؑ سے مربوط و وابستہ رہے، اسی میں اس ملت کے ابراہیمی محمدی مزاج اور خمیر کی حفاظت اور ملتوں اور قوموں میں اس کا تشخص و امتیاز ہے۔

حج کا تیسرا بڑا مقصد اُمّت کو تحریف سے بچانا

شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے دوسری بات یہ لکھی ہے، اور یہ کیسا قیمتی نکتہ، اور کتنا عمیق فہم دین ہے، کہ حج کا تیسرا مقصد، اُمت کو تحریف سے بچانا ہے۔ محلّہ کی سطح پر تحریف سے بچانے کا ذریعہ مسجد میں نماز باجماعت ہے۔ اگر کسی کی نماز میں کوئی بدعت شامل ہوگئی ہے، یا وہ کوئی غلطی کر رہا ہے تو اس کی تصحیح مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے سے ہو جائے گی، اور صحیح و غلط کا تقابل ہو جائے گا شہر اور بستی کی سطح پر اگر تحریف ہو تو اس کی اصلاح اور ناواقفیت یا مغالطہ کے ازالہ کی جگہ جامع مسجد ہے۔ اس سے بڑے پیمانہ پر ہو تو عیدگاہ، اور اگر اس سے بھی بڑے پیمانہ پر عالم اسلام کے کسی حصہ یا ملک میں تحریف رونما ہو تو اس کا علاج حج کے موقع پر حرمین شریفین کی حاضری ہے، وہاں آکر دیکھے کہ ہم کیا نماز پڑھتے تھے کہ غلط عمل کر رہے تھے، کیسا غلط عقیدہ رکھتے تھے، کون سا غیر اسلامی شعار اختیار کیے ہوئے تھے۔ (۱) شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے نزدیک حج مرکز اسلامیہ میں امت اسلامیہ کی سالانہ پیشی (۲) (عرضة) اور حاضری ہے، تا کہ اس کا عمومی جائزہ لیا جائے، اور اس کے متعلق اطمینان حاصل کیا جائے کہ وہ مسلک ابراہیمی و محمدی پر چل رہی ہے یا نہیں۔

میں نے کہا کہ اگر حج نہ ہوتا تو ایک امریکن اسلام ہوتا اور ایک یوروپین اسلام ہوتا اور ایک ہندوستانی اسلام ہوتا اور ایک پاکستانی اسلام، اگر کوئی ٹوکتا کہ تم یہ کیا کر رہے

---

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ ج ۲۔ ص ۴۲۔ یا مصنف کی کتاب "ارکان اربعہ" (رکن حج)

(۲) حجۃ اللہ البالغۃ۔ ج ۱۔ ص ۵۹۔ ۶۰۔

ہوتو کہا جاتا کہ ہمارے یہاں تو بیشتر اسی پر عمل کرتے ہوئے گزر گئی ہیں، لیکن حج کے اجتماع عام میں جا کر جہاں عوام وخواص، علما، فقہا، جمع ہوتے ہیں، سب قلعی کھل جاتی ہے، جس طرح کھیت میں کسان کے ارادے اور مرضی کے بغیر گھاس پھوس اُگ آتی ہے اور بعض مرتبہ ایسے جھاڑ جھنکاڑ پیدا ہو جاتے ہیں جو اصل زراعت کے لئے مضر ہوتے ہیں (ان کو مصر میں الحشائش الشیطانیہ کہتے ہیں)، اسی طرح اسلام کی کھیتی میں، عالم اسلام کے دور دراز گوشوں میں ایسے جھاڑ جھنکاڑ پیدا ہو سکتے ہیں جو "تحریف"، "بدعت" اور "اعمال محدثہ" کہلاتے ہیں۔ ان جاہلی رسم ورواج، خود ساختہ عبادات، اور اوہام وخرافات کی حج میں بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے یہ بے نظیر بات لکھی ہے، کہ امت کو تحریف سے بچانے کے لئے حج بہترین انتظام ہے، اگر امت میں تحریف ہو جائے تو رہنے نہ پائے اُس ملک کا (جہاں تحریف ہوئی ہے) کوئی نہ کوئی آدمی آئے گا اور دیکھ کر جائے گا، اور واپس جا کر کہے گا کہ تم کیا کر رہے ہو، ہم تو مکہ میں اس طرح دیکھ کر آئے ہیں۔

میں نے کہا کہ ہر لفظ اپنے ساتھ کچھ خصوصیات لے کر آتا ہے، اس کی ایک تاریخ، پس منظر (خلفیات) ہوتے ہیں، لفظ "مؤتمر" کا ایک پس منظر ہے، اس کے ساتھ بہت سے تاثرات اور تجربات وابستہ ہیں، ان سے اس کو منقطع اور مجرد کرنا مشکل ہے بے شک ملاقات وتعارف اور موقعہ ملے تو مسلمانوں کے مسائل پر مشورہ اور تبادلۂ خیال ممنوع اور مکروہ نہیں بلکہ مستحسن ہے، مگر یہ حج کے بالکل ضمنی اور ثانوی فوائد میں ہے، اگر مشورہ اور تبادلۂ خیال، بحث ومباحثہ اور غور وفکر ہی حج کا اصل مقصد ہوتا، تو صرف اہل حل وعقد دانشوروں اور عالم اسلام کے ماہرین اقتصادیات وسیاسیات، اور وہاں کے زعماء وقائدین ہی کو حج کی دعوت دی جاتی، جیسا کہ مؤتمرات وندوات

کانفرنسوں اور سیمیناروں میں دستور ہے، اور دعوت میں اس تعلیم واطلاق سے کام نہ لیا جاتا کہ من استطاع الیہ سبیلا (جس کو زادورا حلہ کی قدرت ہو وہ حج کو ضرور آئے) پھر کہیں اطمینان سے چند روز رہنے کا نظام بنایا جاتا، حج کے اصل دن (۸ ذی الحجہ سے ۱۲ یا ۱۳ ذی الحجہ تک) نقل وحرکت اور مناسک حج کی مشغولیت کا زمانہ ہے، وقوف عرفات، مزدلفہ میں شب گذاری، منٰی میں رمی، قربانی، اور طواف زیارت وغیرہ کی مشغولیت، موتمر مجلس مذاکرہ کے ماحول ومزاج سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔

اسلام کے ہر رکن اور ہر حکم کے مادّی، سیاسی اور تمدنی فوائد بیان کئے جائیں۔ یہ بات بقدر ضرورت اور بوقت ضرورت ٹھیک ہے، اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا، اور علماء اسلام نے یہ خدمت تناسب اور توازن کے ساتھ ہر دور میں انجام دی ہے، لیکن اس کو اصل مقصد اور فوائد کا درجہ دینا صحیح نہیں، اس سے خطرہ ہے کہ ذہن مادّی بن جائے گا۔ رضائے الٰہی کے حصول کا شوق، اجر وثواب کا لالچ، آخرت میں اس کے فائدے کا یقین، اور "ایمان واحتساب" (جو ہر عمل کی روح، اور اس میں وزن وقیمت پیدا کرنے کی شرط ہے) کا پہلو نہ صرف مغلوب بلکہ ثانوی اور معدوم ہو کر رہ جائے گا، یہ فرد وجماعت کے لئے بڑا خسارہ، اور دین کے لئے ایک بڑے تغیر وتحریف کا سرچشمہ ہے۔

دین کو اس طرح پیش کرنا چاہئے جس طرح انبیاءؑ نے پیش کیا ہے

اس وقت کا بڑا عظیم الشان کام یہ ہے کہ دین کو اسی رنگ میں پیش کیا جائے جس رنگ میں انبیاء علیہم السلام نے پیش کیا، البتہ اس کے لئے بہتر سے بہتر زبان، اور بہتر سے بہتر اسلوب اختیار کیا جا سکتا ہے، تاکہ وہ بات ذہن نشین ہو، اور قلب ودماغ اس

کو قبول کرلیں، یہ اہل دعوت، مسلمان اہل فکر و اہل قلم کے کام کرنے کا اصل میدان، اور وقت کا اہم ترین تقاضہ ہے، جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے علم صحیح کی دولت، فہم قرآن، دعوت و علوم انبیاء سے مناسبت اور دین کی صحیح حمیت و غیرت عطا فرمائی ہے، پھر عصر حاضر کے ذہن پر اثر ڈالنے والے اسالیب بیان پر بھی قدرت رکھتے ہیں، ان کے لئے اس وقت حصول سعادت کا زریں موقع ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ سروش غیب کی آواز کانوں میں آ سنے۔

گوے توفیق و سعادت درمیاں افگندہ اند
کس بمیداں در نمی آید سواراں را چہ شد

حج کے سلسلہ میں شریعت کے حکیمانہ انتظامات

حج کو زیادہ سے زیادہ مؤثر اور مفید بنانے کے لئے شریعت کے حکیمانہ انتظامات

وحی الٰہی اور شریعت آسمانی نے حج کے لئے ایک ایسی سازگار فضا اور موافق ماحول فراہم کیا ہے، جس میں سنجیدگی اور عزم خود بخود پیدا ہوتا ہے اور دل و دماغ بیدار ہونے لگتے ہیں، اس نے اس کو عبادت و روحانیت اور تقدس کے حصار سے گھیر دیا ہے۔ حج کا سفر اکثر لوگوں کے لئے ایک طویل اور دور کا سفر ہے، جس میں حاجی کو مختلف ملکوں، مختلف فضاؤں اور طرح طرح کے دل فریب مناظر اور فتنہ انگیز ترغیبات سے گذرنا پڑتا ہے، مختلف مشغولیتیں، اور کاروباری فکریں اس کو گھیرے رہتی ہیں، اس کی مدت کبھی کم ہوتی ہے کبھی زیادہ، وہ نئے شہروں میں داخل ہوتا ہے اور مختلف حلقوں کے لوگوں سے ملنا جلنا ہے، ان میں مرد بھی ہوتے ہیں اور عورتیں بھی، جوان بھی ہوتے ہیں اور بوڑھے بھی، کبھی وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ حج کرتا ہے، اور اس کے بیوی بچے ہر جگہ اس کے ساتھ ہوتے ہیں، یہ سب چیزیں ایسی ہیں جو حج کے تقدس اور

زعب اور اس کی عظمت و شان اور عبادت و جہاد کی اسپرٹ کو ختم کر سکتی تھیں، اس صورت میں اس کا اندیشہ تھا کہ یہ سفر ایک عام سفر یا پکنک اور تفریح بن جاتا، جہاں حاجی سیاح کی طرح جاتا اور تاریخی مقامات کی سیر کے بعد اسی طرح خالی ہاتھ واپس آتا۔

شریعت نے حج کو تقدّس کا لباس عطا کیا

اس خطرہ کے سد باب کے لئے شریعت نے حج کو عظمت اور تقدس کا ایک ایسا رنگ عطا کیا ہے جو کبھی اتر نہیں سکتا، اس نے اس کے چاروں طرف ایسی فصیل کھڑی کر دی ہے اور ایسی حفاظتی خندقیں کھود دی ہیں جن کی وجہ سے غفلت و ذہول اور لایعنی اور فضول چیزوں کو اس کے اندر داخل ہونے کا موقع ہی نہیں ہے اس کے لئے اس نے ایسے حکیمانہ اور دقیق احکام دیئے ہیں، جو زندگی پر حج کی گرفت کو مضبوط کرنے اور اس کو اصلاح و تربیت کے ایک رکن اور تقرب الی اللہ کے ذریعہ کی حیثیت سے باقی رکھنے کی پوری طرح ضامن اور ذمہ دار ہیں۔

اس نے سب سے پہلے اسلام کا چوتھا رکن قرار دیا ہے اور جو اس کی شرطیں پوری کر سکے، اس کے لئے اس کو ایک ایسا فریضہ قرار دیا ہے جس سے نہ کسی حالت میں صرف نظر کیا جا سکتا ہے نہ اس کا کوئی بدل ممکن ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ

(آل عمران آیت ۹۷)

اور لوگوں کے ذمہ ہے حج کرنا اللہ کے لئے اس مکان کا (یعنی) اس شخص کے ذمہ جو وہاں تک پہونچنے کی طاقت رکھتا ہو اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس کے پاس اس قدر زاد وراحلہ ہو جو اس کو بیت اللہ تک پہونچا سکے، پھر بھی حج نہ کرے تو وہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا جس کو اس کی استطاعت ہو''۔

لسانِ نبوتؐ نے حج کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے بلند درجہ کا بہت اہتمام اور تاکید کے ساتھ ذکر کیا ہے اس لئے کہ اسی سے دل میں طلب وشوق اور ایمان واحتساب کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور جب تک یہ دونوں چیزیں کسی عمل کے ساتھ وابستہ نہ ہوں اور اس کا محرک نہ بنیں اس عمل میں اللہ کے نزدیک کوئی قیمت نہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''حج مبرور کا جنت سے کم کوئی بدلہ نہیں'' حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک دوسری حدیث میں مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے اللہ کے لئے حج کیا اور بد کلامی وبدگوئی اور فسق وفجور سے اپنے کو محفوظ رکھا تو وہ ایسا ہو جائے گا جیسا اس دن تھا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا''۔ عبد اللہ بن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا کہ ''حج اور عمرہ کے درمیان متابعت کرو، اس لئے کہ یہ دونوں گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے یا سونے چاندی کے میل کو صاف کرتی ہے اور حج مبرور کا بدلہ جنت سے کم کوئی چیز نہیں، اور جب مومن احرام میں ہوتا ہے تو سورج غروب ہونے کے ساتھ اس کے تمام گناہ بھی زائل ہو جاتے ہیں۔'' حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ ”کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اتنی بڑی تعداد میں جہنم سے آزاد کرتا ہو جتنا عرفہ کے دن۔“ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے، آپ نے فرمایا ”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان۔“ عرض کیا گیا، اس کے بعد کیا، فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد۔“ دریافت کیا گیا اس کی بعد کون سا، فرمایا۔“ حج مبرور“۔ (متفق علیہ)

میقات حج کے تعین کی حکمت

ان دوررس اور حکیمانہ قوانین میں میقات حج کا تعین بھی شامل ہے، اس سے حاجی میں ایک نیا شعور اور فکری و روحانی بیداری پیدا ہوتی ہے، اس کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ شاہی دربار سے قریب ہو گیا ہے اور اس کی مقدس اور محفوظ حدود میں داخل ہو گیا ہے، اگر یہ مواقیت نہ ہوں تو حجاج بیت اللہ تک بلا کسی شعور و احساس کے اس طرح پہونچ جائیں جس طرح دیہاتی اور گنوار لوگ سلاطین و امراء کے دربار میں بلا سمجھے بوجھے گھس جاتے ہیں، اور ذلت کے ساتھ دھکے دے کر نکال دیئے جاتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ مواقیت کی حکمت اور مختلف جہات سے آنے والوں کے لئے اس خاص جہت کے تعین کا راز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

مواقیت کا اصل راز یہ ہے کہ چونکہ ایک طرف مکہ میں آشفتہ حال اور پراگندہ بال ہونے کی تاکید ہے، دوسری طرف اپنے شہر سے احرام باندھ کر سفر کرنے میں کھلی ہوئی دشواری ہے، کسی کا راستہ ایک ماہ کا ہے، کسی کی مسافت دو مہینے سے بھی زیادہ کی ہے، اس لئے مکہ کے ارد گرد خاص مقامات متعین کر دیئے گئے ہیں، جہاں سے احرام باندھنا ضروری ہے اس کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے کہ یہ مقامات معروف ہوں اور عام

گذرگاہوں کی حیثیت سے مشہور ہوں۔ اہل مدینہ کے لئے جو میقات (ذوالحلیفہ) ہے وہ نسبتاً سب سے زیادہ دور ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مدینہ وحی کا مرکز، ایمان کا قلعہ اور دارالہجرت ہے اور سب سے پہلا شہر ہے جس نے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر ایمان قبول کیا، اس لحاظ سے اس کے باشندے اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ اعلاء کلمۃ الحق میں سب سے زیادہ کوشاں اور عبادت میں سب سے آگے رہیں، حوالی، طائف اور یمامہ وغیرہ کے برعکس سب سے پہلے ایمان لانے والے اور سب سے زیادہ اخلاص کا ثبوت دینے والے شہریوں اور قریوں میں اس کا شمار ہے، اس لئے اس کی میقات کی دوری میں کوئی مضائقہ نہیں۔" (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۴۲)

احرام حاجی میں شعور اور بیداری پیدا کرنے کا سبب ہے

جہاں تک احرام کا تعلق ہے وہ حاجی میں شعور اور بیداری پیدا کرنے اور غفلت و ذہول دور کرنے کے لئے ہے، وہ اس کے اندر یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ وہ کسی بڑی مہم کو سر کرنے جا رہا ہے اور سب سے مقدس شاہی دربار میں حاضر ہو رہا ہے اس کے علاوہ اس میں مظاہر، اور مصنوعی آرائش و زیبائش سے بالکلیہ آزادی ہے، اس لحاظ سے یہ احرام حج کے لئے وہ حیثیت رکھتا ہے جو نماز کے لئے تکبیر تحریمہ، جو نمازی کو ایک نئی فضا میں پہونچا دیتی ہے اور آزادی سے نکال کر تھوڑی دیر کے لئے قید و پابندی میں ڈال دیتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں:۔

حج و عمرہ میں جو احرام باندھا جاتا ہے وہ نماز کی تکبیر تحریمہ کی طرح ہے، وہ

اخلاص و تعظیم اور عزیمت مومن کی ایک ظاہری و عملی صورت آرائی ہے، اس کا مقصد لذتوں اور عادتوں اور آرائش وزیبائش کی تمام قسموں کو ترک کر کے نفس کو حقیر اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز و سرنگوں بنانا اور اللہ تعالیٰ کے لئے آشفتہ سری، پریشان حالی، اور کلفت و تعب کا مظاہرہ کرنا ہے۔"

(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۴۴)

اسی طرح احرام سے باہر آنے اور اس کے قیود و احکام سے رہائی پانے کے لئے بھی ایک خاص طریقہ مقرر ہے جو نفس کو متنبہ اور بیدار رکھتا ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ حاجی احرام سے بالکل اچانک باہر آ جائے اور تمام چیزوں سے فوراً لطف اندوز ہونے لگے، وہ ایک خاص عمل اور نیت و ارادہ سے احرام اُتارتا ہے وہ نماز میں سلام کے ذریعہ اس کی فضا سے باہر آتا ہے اور احرام میں حلق (یعنی سر منڈانے) کے ذریعہ۔

حلق کا راز اور اس کی حکمت

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں:۔

حلق کا راز یہ ہے کہ اس سے احرام سے نکلنے کا ایک ایسا طریقہ متعین ہوتا ہے جو وقار کے منافی نہیں ہے، اگر لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو ہر شخص جو طریقہ چاہتا اختیار کر لیتا، اس کے علاوہ اس میں پراگندہ بالی اور ژولیدہ سر ہونے کی حالت کا خاتمہ ہے جو پہلے مطلوب تھی۔ یہ ایسا ہے جیسے نماز میں سلام پھیرنا۔"

(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۳۵)

تلبیہ کی ضرورت اور حکمت

اس کے علاوہ حج کو موثر اور مفید بنانے کی لئے جو اقدامات و انتظامات کئے گئے ہیں

ان میں تلبیہ بھی شامل ہے جس کی شریعت میں ترغیب آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ سے زیادہ بلند آواز کے ساتھ تلبیہ کو مستحسن قرار دیا ہے، آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا حج افضل ہے؟

آپؐ نے فرمایا: "العج والثج۔" روایت حضرت ابن عمرؓ (سنن ابن ماجہ)

نفس کو بیدار و ہوشیار اور مقاصد حج سے آشنا اور آگاہ رکھنے میں، اور اس کو ایمان و محبت اور ذوق و شوق اور اللہ تعالیٰ کے دربار عالی میں جبہ سائی اور ناصیہ فرسائی کے جذبات و کیفیات سے مست و سرشار کرنے میں تلبیہ کا بڑا حصہ ہے۔ اس سے حاجی کے جسم و جان اور اعصاب میں ایمان و روحانیت کا کرنٹ اس طرح طاقت اور تیزی کے ساتھ دوڑ جاتا ہے جس طرح برقی لہر تاروں میں، وہ اس کو اسلام کے اس رکن عظیم (حج) کے لئے تیار کرتا ہے جس کی طلب و استعداد، احساس و شعور اور اہتمام و تیاری کا موقع اس کو بعض اوقات نہیں ملتا جب وہ "لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لا شَرِیْکَ لَکَ" کی صدا لگاتا ہے تو حج کے بلند مقاصد اور اس کی روح اور اسپرٹ اس کے سامنے پوری رعنائی و دلربائی کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے، صبر و ضبط کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور محبت و شوق کا ساغر بے ساختہ چھلکنے لگتا ہے، توحید کا شعلہ اس کی رگوں میں آتش سیال کی طرح دوڑ جاتا ہے اور اس کے سارے وجود کو بے قرار و سیماب وش بنا دیتا ہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کرامؓ اور حاملین دعوت کے ساتھ فکری و روحانی طور پر وابستہ ہو جاتا ہے، اور ان کی جماعت میں گھل مل جاتا ہے۔

حج کی دو خصوصیتیں، زمان اور مکان کی حرمت

اللہ تعالیٰ نے حج کو دو حرمتیں یا دو عزتیں اور خصوصیتیں عطا کی ہیں، زماں کی حرمت اور مکان کی حرمت، اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس رکن عظیم کی عظمت وجلال اور اپنی ذمہ داری اور فرض منصبی کا استحضار اور احساس حاجی کے اندر پوری قوت کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی تمام نقل وحرکت اور قیام وسفر میں ذکی الحس، حاضر دماغ اور بیدار ہشیار رہتا ہے، اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس روحانی فضا سے غافل اور بے پروا نہیں ہوتا جو اس کے گرد وپیش میں محیط ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ. ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ. فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ.

(سورۂ توبہ آیۃ ۳۶)

بے شک مہینوں کا شمار اللہ کے نزدیک بارہ ہی مہینے ہیں، کتاب الٰہی میں (اس روز سے) جس روز کہ اس نے آسمان اور زمین پیدا کیے اور ان میں سے چار (مہینے) حرمت والے ہیں، یہی دین مستقیم ہے سو تم ان (مہینوں) کے باب میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ. قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ.

(سورۂ البقرۃ آیۃ ۲۱۷)

اور آپ سے حرمت والے مہینے کی بابت (یعنی) اس میں قتال کی بابت دریافت کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ اس میں قتال کرنا بڑا (گناہ) ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

بے شک زمانہ اپنی اصل شکل پر لوٹ گیا ہے، جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کئے ان میں چار حرمت والے مہینے ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب مضر جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔" (مسلم)

جہاں تک مکان کی حرمت کا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

(سورہ نمل آیۃ ۹۱)

(آپ کہہ دیجئے) مجھے تو یہی حکم ملا ہے کہ میں عبادت کروں، اس شہر کے مالک (حقیقی) کی جس نے اس کو محترم بنایا ہے اور سب چیزیں اسی کی ملک ہیں، اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں فرمانبردار رہوں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا کہ "آج سے ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت باقی ہے اور جب تمہیں دین کے لئے پکارا جائے تو فوراً نکل کھڑے ہو۔" آپؐ نے فتح مکہ کے دن یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن سے حرمت بخشی ہے، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اس لئے اللہ تعالیٰ کی یہ حرمت اس کے ساتھ قیامت تک وابستہ ہے، مجھ سے پہلے بھی کسی کے لئے اس میں جنگ جائز نہیں ہوئی اور میرے لئے بھی صرف دن کی ایک گھڑی کے لئے اس کی رخصت ملی ہے، اب یہ قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ کی حرمت کے ساتھ حرام ہے، نہ اس میں کوئی کانٹا تنکا توڑا جا سکتا ہے، نہ شکار ہنکایا جا سکتا ہے، نہ اس کی گری ہوئی چیز اٹھائی جا سکتی ہے ابن عباسؓ نے پوچھا، یا رسول اللہ کیا اذخر(۱) بھی، اس لئے کہ لوگوں کے لئے اس کی ضرورت پڑتی ہے، آپ نے فرمایا کہ ہاں، سوائے اذخر کے۔"

---

(۱) ایک خوشبودار گھاس کا نام ہے۔

حرم میں معصیت یوں بھی سخت چیز ہے، لیکن بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ حرم میں ارادہ معصیت بھی معصیت میں شامل ہے، بخلاف دوسری چیز کے، وہ اس کے ثبوت میں یہ آیت پیش کرتے ہیں:

وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ.

(سورہ حج آیۃ ۲۵)

اور جو کوئی بھی اس کے اندر کسی بے دینی کا ارادہ ظلم سے کرے گا ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ حرم کی خصوصیت ہے کہ یہاں ظلم کا ارادہ کرنے والا بھی قابل مواخذہ اور لائق عتاب ہے، خواہ وہ اس ارادہ کو عملی جامہ پہنا سکے یا نہیں۔

زمان ومکان کی حرمت کے ساتھ احرام کی حرمت کے بھی بہت سے احکام اور خصوصی آداب ہیں، مثلاً حالت احرام میں شکار کی ممانعت۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ.

(سورہ مائدہ آیۃ ۹۵)

اے ایمان والو! شکار کو مت مارو، جب کہ تم حالت احرام میں ہو۔

دوسری جگہ آتا ہے:

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۔ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ. (۱)

(سورۃ مائدہ آیۃ ۹۶)

تمہارے لئے دریائی شکار اور اس کا کھانا جائز کیا گیا تمہارے نفع کے لئے اور قافلوں کے لئے اور تمہارے اوپر جب تک تم حالت احرام میں ہو خشکی کا شکار حرام کیا گیا، اللہ سے ڈرتے رہو جس کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔

---

(۱) ان دونوں آیتوں کی تفسیر سے مستنبط ہونے والے احکام ومسائل نیز اس کے اختلاف کو جاننے کے لئے تفسیر اور احکام قرآن کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

ان اشیاء کی ممانعت "محرم یعنی احرام باندھنے والے کے لئے اس لئے ہے کہ تذلل، ترک تجمل، پراگندہ بالی، اور غبار آلود ہونے کی کیفیت حاصل ہو، اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور خوف کا غلبہ اور مواخذہ کا ڈر اس پر غالب رہے، اور وہ اپنی خواہشات اور دلچسپیوں میں پھنس کر نہ رہ جائے، ان ممنوعات میں شکار اس لئے شامل ہے کہ وہ بھی ایک قسم کے توسع میں داخل ہے اور دلچسپی اور تفریح خاطر کی چیز ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۴۴)

حج کا سفر اکثر اوقات ایک طویل سفر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ	اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو،
يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ	لوگ تمہارے پاس پیدل بھی آئیں
ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ	گے اور دبلی اونٹنیوں پر بھی، جو دور
(سورہ حج آیۃ ۲۷)	دراز راستوں سے پہونچی ہوں گی۔

اس میں انسان کو مختلف حالات پیش آتے ہیں، مختلف لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، نئے نئے لوگوں کی طویل عرصہ تک صحبت و رفاقت رہتی ہے، طرح طرح کے معاملات سامنے آتے ہیں، اور یہ سب چیزیں بہت سے ممنوعات، غلط قسم کے ترغیبات اور ایک دوسرے کے ساتھ کشمکش اور لڑائی جھگڑے کی حد تک پہونچا سکتی ہیں۔ حاجی اس سفر میں بہت سی چیزوں سے تنگ دل ہو جاتا ہے، اور اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگتا ہے اور اس نتیجہ میں بعض اوقات اس سے ایسی باتیں سرزد ہو جاتی ہیں جن کو وہ اپنے وطن اور اپنے گھر میں بھی برا سمجھتا تھا اور حتی الامکان ان سے بچتا تھا، وہ بعض ایسی معصیتوں اور اخلاقِ قبیحہ میں گرفتار ہو جاتا ہے جو حج کی روح اور مقاصد کے یکسر منافی ہیں، حج میں ان چیزوں کی ممانعت خاص طور پر اسی لئے آئی ہے

کہ اس میں اس کا احتمال اور بڑھ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ. فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ. (۱) وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ. وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى. وَاتَّقُوْنِ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ.

(سورہ بقرۃ آیت ۱۹۷)

حج کے (چند) مہینے معلوم ہیں، جو کوئی ان میں اپنے اوپر حج مقرر کرے تو پھر حج میں کوئی فحش بات نہ ہونے پائے اور نہ کوئی بے حکمی اور نہ کوئی جھگڑا، اور جو کوئی بھی نیک کام کروگے، اللہ کو اس کا علم ہو کر رہے گا، اور زاد راہ لے لیا کرو، اور بہترین زاد راہ تقویٰ ہے (سوائے اہل فہم) میرا ہی تقویٰ اختیار کیے رہو۔

ان قوانین، احکام اور تعلیمات نے (جن کا تعلق قلب و جوارح، نیت و عمل اور زمان و مکان سے براہ راست ہے) حج کو تقدس و طہارت، تورع و زہد مراقبہ و حضور، محاسبۂ نفس اور مجاہدۂ جہاد کی ایک ایسی خلعت عطا کی ہے۔ جو دوسرے مذہبوں اور ملتوں کے اس قسم کے اعمال میں ہرگز نہیں ملتی، ان کی وجہ سے نفس انسانی، اخلاق عامہ، اور عام زندگی پر جو اثرات پڑتے ہیں اس کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث قدسی کی تصدیق ہوتی ہے۔

مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ

جس نے خاص اللہ کے لئے حج کیا اور پھر دوران حج بری بات زبان سے نہ نکالی نہ فسق و فجور اختیار کیا تو ایسا ہوتا جیسا اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

●●

حج کے اقسام، طریقہ اور آداب

از مولانا محمد رابع حسنی ندوی

حج تین طرح کا ہوتا ہے

حج کی تین صورتیں ہیں، افراد، قران اور تمتع

اگر میقات سے صرف حج کا احرام باندھیں گے اور احرام کے وقت تنہا اسی کی نیت کریں گے تو حج افراد کہلائے گا، اور اگر میقات سے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھیں گے اور ایک احرام سے دونوں کو ادا کرنے کی نیت کریں گے تو یہ قران کہلائے گا۔

اور اگر میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھیں گے اور مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ کر کے احرام ختم کر دیں گے اور عام شہری کی طرح ہو جائیں اور پھر عین وقت پر حج کا احرام باندھ کر حج کریں گے تو حج تمتع کہلائے گا، چونکہ حجاج کو اس آخری صورت میں آسانی ہے، اسی لئے عموماً حجاج تمتع ہی کرتے ہیں۔

تمتع کی صورت میں میقات سے گزرنے سے قبل آپ صرف عمرہ کا احرام باندھیں گے اور مکہ مکرمہ پہنچ کر صرف عمرہ ادا کریں گے اس کے بعد احرام کھول دیں گے اور مکہ مکرمہ میں وہاں کے باشندوں کی طرح معمول کے مطابق عام لباس میں رہ سکیں گے حتی کہ حج کے ایام کی ابتدا، یعنی ۸ر ذی الحجہ کی تاریخ آجائے گی تب آپ مکہ مکرمہ ہی سے تمام اہل مکہ کی طرح حج کا احرام باندھیں گے اور حج کے لئے منی روانہ ہوں گے اور حج کے شعائر ادا کریں گے۔ لیکن اگر کوئی شخص حج کی دوسری قسم یعنی افراد کی نیت کرتا ہے تو اس کو میقات ہی سے حج کا احرام باندھنا ہوگا اور یہ احرام حج

کے شعائر کے پورے ہونے سے قبل کھولا نہیں جا سکتا لہٰذا افراد کا احرام جب بھی باندھا جائے دس گیارہ ذی الحجہ سے قبل کھولا جانا ممکن نہیں اسی طرح قران کا احرام بھی حج پورا ہونے کے بعد ہی کھولا جاتا ہے، البتہ اس کی نیت بیک وقت عمرہ و حج کی کی جاتی ہے، اور مکہ مکرمہ پہنچ کر پہلے عمرہ ادا کیا جاتا ہے اور احرام باقی رکھا جاتا ہے تا کہ حج بھی پورا ہو جائے لہٰذا تینوں قسموں کے حجوں میں سہولت کا احرام تمتع کا ہوتا ہے اور اسی لئے عام طور پر لوگ اسی کو اختیار کرتے ہیں، البتہ ان تینوں قسموں میں سے صرف حج افراد میں قربانی واجب نہیں، ورنہ تمتع یا قران کرنے والے کو قربانی بھی کرنی ضروری ہوتی ہے۔

احرام کا طریقہ اور آداب

آپ کو اپنے راستے کی میقات آنے سے قبل احرام کے لئے تیار ہونا چاہئے تا کہ میقات سے قبل آپ احرام باندھ سکیں۔

احرام کے لئے آپ کے پاس دو چادریں یا بڑے تولیے ہوں گے، آپ ان ہی میں سے ایک لنگی کی طرح باندھ لیجئے اور دوسری کو اپنے جسم کے اوپری حصہ پر اوڑھ لیجئے پھر دو رکعت نفل ادا کیجئے نماز کے دوران چادر سے سر کو ڈھکے رکھئے اور سلام پھیرتے ہی سر کو کھول دیجئے اور عمرہ یا حج کی جیسا ارادہ ہو ویسی نیت کیجئے۔

عمرہ کی نیت کے لئے آپ یہ الفاظ کہہ سکتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّی

"اے اللہ میں عمرہ کا ارادہ رکھتا ہوں پس تو اسے میرے لئے آسان کر دے اور اس کو مجھ سے قبول فرما"

اور اگر حج کی نیت کرنی ہے تو "العمرة" کے بجائے "الحج" کا لفظ استعمال کیجئے

اور اگر قران کی نیت کرنا ہے تو ''تو العمرۃ والحج'' دونوں کے الفاظ استعمال کیجئے اور اس کے بعد بلند آواز سے کہئے۔

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ

میں حاضر ہوں اے اللہ، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں بے شک سب تعریفیں تیرے لئے اور ساری نعمتیں تیری دی ہوئی ہیں اور بادشاہت تیری ہے، تیرا کوئی شریک نہیں''

اس کے بعد پست آواز سے درود شریف اور یہ دعا پڑھئے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَأَعُوْذُبِکَ مِنْ غَضَبِکَ وَالنَّارِ۔

اے اللہ میں تجھ سے تیری خوشنودی اور جنت مانگتا ہوں اور پناہ مانگتا ہوں تیری ناراضی اور جہنم کی آگ سے۔''

احرام باندھنے کے لئے آپ اگر اس کی نفل نماز پڑھ سکتے ہوں تو کسی بھی نماز کے بعد آپ مذکورہ بالا نیت کے ساتھ احرام باندھ سکتے ہیں، اور اگر رکاوٹ کی وجہ سے نماز کا موقع نہ ملا ہو تو یہ نیت بغیر نماز کے بھی کی جا سکتی ہے۔

احرام کی نیت کا یہ طریقہ اختیار کرتے ہی آپ محرم ہو گئے، اب اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے صبح وشام اور نمازوں کے بعد نیز لوگوں کی ملاقات کے وقت کثرت سے بہ آواز بلند لبیک پڑھئے۔ سر کو کھلا رکھئے خواہ نماز پڑھتے ہوں سلا ہوا کپڑا نہ پہنئے پیروں کے اوپر کی ہڈی کو جوتوں کے اوپری حصے سے نہ ڈھکنے دیجئے' ورنہ آپ ''جنایت'' کے مرتکب ہوں گے، یعنی ایسی غلطی ہوگی جس کے نتیجہ میں شریعت کی

۸۵
۱۳۸۷۹

طرف سے آپ کو جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔ عورتوں کو سلے ہوئے کپڑے پہننے جائز ہیں وہ سر بھی چھپائیں گی مگر اوپر اس طرح کپڑا نہ ڈالیں کہ منہ سے چھو جائے۔

احرام کی حالت میں جو چیزیں منع ہیں

احرام کی حالت میں بہت سی چیزیں ممنوع ہیں، از آں جملہ:

۱۔ عورت سے ہم بستری اور وہ باتیں جن سے ہم بستری کی خواہش پیدا ہو۔

۲۔ اپنا یا کسی کا سر یا داڑھی مونڈنا یا تراشنا اور بدن کے کسی حصہ کا بال دور کرنا خواہ مونڈ کر یا کسی اور طریقہ سے۔

۳۔ ناخن تراشنا یا ترشوانا۔

۴۔ سلا ہوا کپڑا پہننا۔

۵۔ موزے یا پائتابے پہننا۔

۶۔ خوشبو ملنا یا خوشبودار چیز میں رنگا ہوا کپڑا پہننا۔

۷۔ سر یا منہ یا ان کے کسی حصہ کو یا ناک کو کپڑے سے ڈھانکنا۔

۸۔ خشکی کے جانور کا شکار کرنا، یا پکڑنا یا شکار میں مدد دینا وغیرہ۔

۹۔ جوئیں مارنا یا کپڑے سے نکال کر پھینکنا یا دوسرے کو دینا یا جس کپڑے میں جوئیں پڑی ہوں اس کو دھوپ میں ڈالنا کہ جوئیں مر جائیں۔

۱۰۔ سر یا بدن میں زیتون کا تیل استعمال کرنا۔

۱۱۔ حق تعالیٰ کی ہر نافرمانی ہر حالت میں بری ہے مگر احرام کی حالت میں اور زیادہ منع ہے۔"

یہی حال جھگڑے اور تکرار کا بھی ہے۔

جو چیزیں منع نہیں ہیں

۱۔ احرام کی حالت میں گھریلو جانوروں کا ذبح کرنا جیسے بکری یا مرغی کا ذبح کرنا منع نہیں۔

۲۔ ہندوستان میں جو جوتے عام طور پر پہنے جاتے ہیں، اگر ان سے پیر کی اُبھری ہوئی ہڈی نہیں چھپتی تو ان کا پہننا احرام میں جائز ہے۔

۳۔ ایسا کھانا جس میں خوشبو ڈال کر پکایا گیا ہو اس کا کھانا جائز ہے۔

داخلہ مسجد حرام

بیت اللہ کے ارد گرد چاروں طرف کے پورے خطہ کو مسجد حرام کہتے ہیں (۱) مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہی مسجد حرام میں حاضر ہونا مستحب ہے، مسجد حرام میں داخلہ باب السلام سے مستحسن ہے، کیونکہ مسجد حرام میں داخلہ کے لیے اصل دروازہ یہی ہے، موجودہ باب السلام قدیم اصلی باب السلام کے سامنے بنا ہوا ہے لہٰذا اس دروازے سے داخل ہو کر اصلی باب السلام سے جو باب بنی شیبہ بھی کہلاتا ہے، گزرنا آسان ہوگا۔

جب آپ مسجد شریف میں داخل ہونے لگیں تو دل کے پورے ادب کے ساتھ اور بسم اللہ پڑھ کر پہلے داہنا پاؤں دروازے کے اندر رکھیں اور وہی دعا پڑھیں جو ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت پڑھی جاتی ہے، یعنی "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ"

اے اللہ میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

---

(۱) قرآن مجید میں پورے مکہ مکرمہ کے لئے اور پورے حرم کے لئے بھی مسجد حرام کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے اس فرق کو موقع و محل کے لحاظ سے سمجھنا چاہئے۔

پھر اندر پہنچ کر بیت اللہ شریف پر جب آپ کی نظر پڑے تو اللہ تعالیٰ سے آپ دعا کریں۔ "اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هٰذَا تَشْرِيْفاً وَتَعْظِيْماً وَتَكْرِيْماً وَمَهَابَةً وَزِدْ مَنْ شَرَّفَهُ وَكَرَّمَهُ مِمَّنْ حَجَّهُ أَوِ اعْتَمَرَهُ تَشْرِيْفاً وَتَكْرِيْماً وَبِرّاً اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ"۔

اے اللہ اپنے اس پاک اور مبارک گھر کو اور زیادہ عظمت اور برکت دے اور حج و عمرہ کے لیے آنے والے تیرے بندوں میں سے جو تیرے اس گھر کی پوری پوری تعظیم کریں تو ان کے درجے بلند کر اور یہاں کی خاص برکتیں اور رحمتیں ان کو نصیب فرما، اے کعبہ کے رب! دنیا و آخرت کی سب تکلیفوں اور بری حالتوں سے مجھے اپنی پناہ میں رکھ۔

اس کے علاوہ اور بھی جو چاہیں اس وقت دعا مانگیں، یہ دعا کی مقبولیت کے خاص موقعوں میں سے ہے۔

طواف کی قسمیں

مسجد حرام میں پہونچنے کے بعد خواہ آپ عمرہ کر رہے ہوں خواہ حج، آپ کو طواف کرنا ہوگا، حج کے لیے مکہ مکرمہ آنے والے پر طواف تین قسموں کا ہوتا ہے، ایک طواف قدوم یہ حرم شریف میں آنے پر ادا کرنا ہوتا ہے، اور یہ صرف سنت ہے، دوسرا طواف زیارت یہ حج کا رکن ہے، اس کے چھوٹ جانے سے حج نہیں ہوتا، یہ دس ذی الحجہ سے بارہ ذی الحجہ تک ادا کیا جاسکتا ہے، البتہ ۱۰ رتاریخ کو ادا کرنا مستحسن ہے، تیسرا طواف وداع ہے، یہ مکہ مکرمہ سے رخصت ہونے پر کیا جاتا ہے، اور یہ واجب ہے، طواف کی قسمیں دراصل حج کے طوافوں کی ہیں، عمرہ میں اختصار ہے، اور وہ یہ کہ

صرف ایک طواف کافی ہو جاتا ہے اور وہ فرض طواف ہے۔

حج وعمرہ کے علاوہ کئے جانے والے طوافوں میں نفلی طواف، نذر کا طواف، اور تحیۃ المسجد طواف ہے، نفلی طواف جس قدر کریں، حرم شریف میں نفل نماز سے افضل نفل طواف ہے۔

طواف کا مسئلہ

طواف کے لیے نیت اور مسجد حرام میں طواف کرنا شرط ہے اس کے ۷ر شوط (چکر) ہوتے ہیں، ان میں سے چار شوط فرض اور بقیہ واجب ہیں، طواف کے بقیہ واجبات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ طہارت۔

۲۔ ستر عورت (یعنی بدن کے وہ حصے چھپانا جن کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے)

۳۔ داہنی طرف سے طواف کرنا۔

۴۔ حطیم کے باہر سے طواف کرنا۔

طواف کی ادائیگی میں ان مذکورہ باتوں کا التزام ضروری ہے، طواف حجر اسود کے سامنے شروع کیا جاتا ہے، اور سات چکر پورے ہو جانے پر وہیں ایک طواف پورا ہوتا ہے۔

طواف کا طریقہ

طریقہ یہ ہے کہ جب طواف کرنے کا ارادہ ہو تو حجر اسود کے سامنے اس طرح کھڑے ہوں کہ اپنا داہنا مونڈھا حجر اسود کے بائیں کنارے کے سیدھ میں ہو اور پورا حجر اسود آپ کے داہنی جانب ہو، یہاں کھڑے ہو کر آپ طواف کی نیت کریں، نیت دراصل دل کے ارادہ کا نام ہے، لیکن اچھا ہے کہ اس وقت زبان سے بھی کہیں کہ

''اے اللہ میں تیرے حکم کے مطابق تیرے اس پاک گھر کا طواف کرنا چاہتا ہوں تو صحیح طریقہ سے اس کو ادا کرادے اور قبول کرلے''۔

یہ نیت اور دعا کرنے کے بعد اب ذرا داہنی طرف ہٹ کر حجر اسود کے بالکل مقابل میں آجائیں کہ حجر اسود آپ کے چہرہ اور سینہ کی سیدھ میں ہو اور نماز کی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پھر اگر موقع ہو تو آگے بڑھ کر ادب سے حجر اسود کو چومیں اگر طواف کرنے والوں کی کثرت اور کشمکش کی وجہ سے حجر اسود کو چومنے کا اس وقت موقع نہ ہو تو آپ صرف اتنا کریں کہ اپنا داہنا ہاتھ اس کو لگا کر بس ہاتھ کو چوم لیں۔ اگر یہ بھی مشکل ہو تو صرف اتنا کافی ہے کہ حجر اسود کے مقابلہ میں جہاں آپ کھڑے ہیں وہیں سے اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں حجر اسود کی جانب کرکے (اس طرح کہ اس وقت آپ کے ہاتھوں کی پشت آپ کے چہرے کی طرف ہو) بس اپنی ہتھیلیوں ہی کو چوم لیں شریعت میں یہ ایسا ہی ہے، جیسا حجر اسود کو چومنا، اس میں سے جو صورت بھی ممکن ہو سکے، آپ اسی کو اختیار کرکے طواف شروع کردیں۔

ایک طواف میں خانہ کعبہ کے سات چکر لگائے جاتے ہیں اور طواف کرنے والا حجر اسود کے سامنے سے چل کر جب پھر حجر اسود کے سامنے پہونچتا ہے تو ایک چکر پورا ہوتا ہے، اور یہ ایک شوط کہلاتا ہے، سات شوط پورے ہونے پر ایک طواف ہوتا ہے، ہر چکر میں اس کا لحاظ رہے کہ بیت اللہ کی طرح حطیم، حجر اسمٰعیل بھی آپ کے بائیں جانب رہے، اگر طواف کرنے والا حجر اسماعیل کے اندر سے نکلے گا تو اس کا طواف نہ ہوگا۔

ہر چکر میں جب حجر اسود کے سامنے سے گزرنا ہو اور اس کو چومنے کا موقع ملے تو ہر دفعہ اس کو چومیں ورنہ جیسا بتایا گیا ہے، اپنا داہنا ہاتھ اس پر لگا کر یا اشارہ کرکے اس

کو چومیں اس کو استلام کہتے ہیں۔

اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے لیے کوئی خاص دعا مقرر نہیں کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھوٹی چھوٹی یہ دعائیں طواف میں پڑھنا ثابت ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ"	اے اللہ میں تجھ سے گناہوں کی معافی اور عافیت مانگتا ہوں دنیا وآخرت میں
رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّار	"اے پروردگار ہم کو بھی اچھی حالت نصیب فرما اور آخرت میں بھی اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا"۔

یہ دوسری دعا جو قرآن مجید کی ایک آیت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم طواف میں کثرت سے پڑھتے تھے، یہ اور جو ذکر و تلاوت میں سے بسہولت ممکن ہو طواف میں پڑھا جاسکتا ہے۔

رمل واضطباع

جس طواف کے بعد سعی کرنا ہوتا ہے خواہ حج کا طواف زیارت ہو یا عمرہ کا طواف فرض یا نفل طواف جس کے بعد بھی سعی کرنی ہو رمل کیا جاتا ہے، رمل اس کو کہتے ہیں کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں پہلوانوں کی طرح سینہ تان کر شانے ہلاتے ہوئے اور ذرا تیز چلا جائے اور قدم قریب قریب رکھے جائیں، اس وقت احرام کی اوپری چادر اس طرح اوڑھی جائے کہ اس کا داہنا حصہ داہنے ہاتھ سے نکل کر بائیں کندھے پر ڈال لیا جائے عربی میں اس کو اضطباع کہتے ہیں کہ رمل واضطباع دونوں صرف

سنت ہیں، اور پہلے تین چکروں میں ان کا کرنا سنت ہے، کسی سنت کے ترک سے عبادت تو ادا ہو جاتی ہے، لیکن ثواب میں کمی آ جاتی ہے۔ آپ کا یہ طواف اگر عمرہ کا ہے تو آپ کو اس کے بعد سعی بھی کرنا ہوگا، لہٰذا آپ رمل و اضطباع دونوں کیجئے۔

طواف کی دو رکعتیں

طواف سے فارغ ہونے کے بعد طواف کی دو رکعتیں ادا کرنا واجب ہے بہتر یہ ہے کہ یہ مقام ابراہیم پر ادا کی جائیں ورنہ حرم شریف میں کسی جگہ پر ادا کی جا سکتی ہیں، ان کی ادائیگی کے بعد دعا کرنا چاہئے، پھر زمزم شریف کے کنوئیں پر آ کر زمزم شریف پینا چاہئے اور دعا کرنا چاہئے، پھر ملتزم شریف پر لپٹ کر خوب دعا کرنا چاہئے، قبولیت دعا کے لیے یہ بہترین جگہ ہے۔

ملتزم شریف سے فارغ ہو کر سعی کی غرض سے باب الصفا کا رخ کرنا چاہئے۔ اور اگر یہ طواف قدوم یا کوئی ایسا طواف ہے، جس کے ساتھ سعی نہیں ہے تو اب حرم شریف کے کام سے فراغت ہو گئی ہے، ورنہ اب سعی کے لیے مسعٰی پر جانا ہے، مسعٰی کا تذکرہ آپ پڑھ چکے ہیں۔

سعی کا مسئلہ

یہ دیکھئے کہ عمرہ ہو یا حج سعی بھی اس کے فرائض میں ہے اور وہ بھی طواف کی طرح ایک عبادت ہے، البتہ نفل سعی نہیں ہوتی صرف عمرہ یا حج کے لیے ہوتی ہے، سعی کے بھی سات شوط ہیں، ان میں سے چار فرض ہیں۔ اور بقیہ شوط واجب ہیں، سعی کے واجبات میں (۱) پیدل سعی کرنا بشرطیکہ معذوری نہ ہو۔ (۲) سعی کی پوری مسافت مکمل کرنا۔ (۳) صفا و مروہ دونوں جگہ ایڑیاں ملا کر لوٹنا ہے۔

سعی کرنے کے لئے آپ کو صفا پہاڑی کی جگہ پر جانا چاہئے اس کے لیے باب

الصفا سے نکلنا ہوگا یہ حجر اسود کے بالکل سامنے کے رخ پر ہے باب الصفا سے نکلتے ہی مقام صفا کی سیڑھیاں اور پتھر کا ایک ٹیلہ ملتا ہے، باب الصفا سے نکلتے ہوئے یہ دعا پڑھنا چاہئے" بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ "۔ اور پہلے بایاں پیر نکالنا چاہئے جب صفا کے قریب پہونچنا ہو تو یہ پڑھے" اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ " اور صفا پر اتنا چڑھ جانا چاہئے کہ دروازہ کے اندر سے کعبہ شریف نظر آنے لگے پھر قبلہ رو ہو کر دونوں ہاتھوں کو شانوں تک اس طرح اٹھائیے جس طرح دعا کی جاتی ہے اور تین بار بلند آواز سے اللّٰہ اکبر، تین بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ کر یاد ہو تو یہ دعا پڑھے" لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ "۔ پھر پست آواز سے حمد و ثنا اور درود کے بعد اپنے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کیجئے اس طرح تین بار کیجئے جلد بازی نہ کیجئے بلکہ جی لگا کر اطمینان کے ساتھ دعا کیجئے یہ بھی مقبول ہونے کی جگہ ہے۔

اس کے بعد اتر کر مروہ کی طرف دعا اور ذکر کرتے ہوئے سنجیدگی سے چلئے کچھ دور کے بعد میلین اخضرین یعنی دو سبز ستون نظر آئیں گے وہاں سے دوڑ کر یا تیزی کے ساتھ چلئے، پھر جب آگے ستون دوبارہ نظر آئیں تو وہاں پہنچ کر دوڑنا بند کرکے حسب معمول رفتار سے چلئے، میلین اخضرین کے درمیان دعاؤں میں اضافہ کردینا مناسب ہے یہاں کے لیے ایک دعا یہ بھی بتائی گئی ہے،" رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ

وَاعْفُ وَتَكَرَّمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ إِنَّكَ تَعْلَمُ مَالَمْ نَعْلَمُ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ (۱)

مروہ پر پہنچ کر دو ایک سیڑھی چڑھ کر قبلہ رو ہو کر دعا کیجئے یہ ایک چکر ہوا وہاں سے پھر صفا پر آئیے، یہ دوسرا پھیرا ہوا، اسی طرح سات پھیرے کیجئے اور ہر پھیرے میں صفا مروہ پر دعا کیجئے اور دونوں سبز ستونوں کے درمیان دوڑیئے جب سات پھیرے ہو جائیں تو سر کے بال منڈوائے یا کتروالیجئے اگر عمرہ کی سعی تھی تو اب احرام ختم ہو گیا اور عمرہ سے فراغت بھی ہو گئی۔

اور یہ یاد رکھئے کہ شرائط اور فرض خواہ طواف کے ہوں خواہ سعی کے اگر ان میں سے کوئی چھوٹ جائے گا تو طواف یا سعی ادا نہ ہوگی، باطل ہو جائے گی، البتہ واجب کے چھوٹ جانے سے بہت زیادہ ناقص شکل میں ادا ہوگی، اس لیے اس کے چھوٹنے پر بھی اعادہ کر لینا چاہئے، اور اگر اس وقت پتہ چلے جب اعادہ کا وقت نکل چکا ہو تو اگر فرض ہے تو اس کا دم یعنی ایک جانور کی قربانی ہوگی۔ طواف وسعی کے متعلق بعض باتیں جن پر عمل کرنے سے طواف وسعی مسنون طریقہ سے ادا ہوتی ہے درج ذیل ہیں۔

۱) طواف کی حالت میں جو ذکر یا دعا آنحضرتؐ یا صحابہؓ سے منقول ہے، اس کو پڑھنا افضل ہے کچھ یاد ہو تو رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ " ہی کی تکرار بالخصوص رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان کر لینا چاہئے۔

۲) خشوع وخضوع کے ساتھ طواف کرنا چاہئے۔

۳) طواف میں چلا کر دعا پڑھنا، پڑھانا کہ نمازیوں یا طواف کرنے والوں کا

---

(۱) اے میرے رب مغفرت اور رحم فرما اور معاف فرما اور کرم فرما، اور درگذر فرما اس بات سے جو تیرے علم میں ہے بے شک تو وہ جانتا ہے جو میں نہیں جانتا بے شک تو بڑی برتری وعزت والا ہے۔

ذہن منتشر ہو سخت منع ہے، ایسی حالت میں پست آواز سے پڑھنا واجب ہے۔

۴) طواف کی حالت میں نظر نیچی کیے ہوئے اپنے چلنے کی جگہ نظر جمائے ہوئے چلنا چاہئے اِدھر اُدھر دیکھنا نہ چاہئے بلکہ اس حالت میں کعبۂ مکرمہ کی طرف بھی نہ دیکھنا چاہئے۔

۵) طواف کی حالت میں نہ کمر پر ہاتھ رکھ کر چلنا چاہئے اور نہ اس طرح ہاتھ باندھنا چاہئے جس طرح نماز میں باندھتے ہیں۔

۶) طواف میں ''رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ'' کے ساتھ مزید ان دعاؤں کی بھی فضیلت وارد ہوئی ہے۔

(الف) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ۔

(ب) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

(ج) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَاقَةِ وَمَوَاقِفِ الْخِزْیِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔

(د) اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاخْلُفْ عَلٰی كُلِّ غَائِبَةٍ لِّیْ بِخَیْرٍ۔

سعی کے ہر شوط (چکر) میں میلین اخضرین کے درمیان دوڑنا مستحب ہے برخلاف رمل کے کہ طواف کے صرف تین چکروں میں مسنون ہے۔

۸) طواف اور سعی کے دوران ضرورت پر کسی سے بات کر لینا، وہ جسمانی

حرکت جو نماز میں منع ہیں کر لینا طواف وسعی کو باطل نہیں کرتے، اس طرح کی پابندیوں کے لحاظ سے طواف وسعی نماز سے مختلف ہے۔

۹) معذور بوڑھے اشخاص جو کمزوری یا کسی دوسرے سبب سے اپنے پیروں پر طواف یا سعی نہیں کر سکتے وہ کرسی یا اس جیسی کسی چیز پر بیٹھ یا لیٹ کر یہ فریضہ ادا کر سکتے ہیں۔

حج کا طریقہ

حج کا احرام

اگر آپ قران یا افراد کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہونچے ہیں، تو آپ کا احرام برابر قائم رہے گا، اور آپ کو اب حج کے لئے کوئی نیا احرام باندھنا نہ ہوگا اپنے اسی بندھے ہوئے احرام پر آپ حج کریں گے، لیکن اگر آپ تمتع کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آئے تھے تو آپ عمرہ پورا کر کے احرام کھول دیں گے، اور آٹھویں تاریخ کی صبح کے وقت آپ کو حج کا احرام باندھنا ہوگا، اس کا طریقہ اور نیت اسی طرح کرنا ہوتی ہے جیسی تمتع کی صورت میں کہ عمرہ کے احرام میں آپ منیٰ روانہ ہونے کے دن آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھیں گے، اگر فجر کی نماز کے بعد دن نکلنے سے پہلے باندھنا ہو تو احرام کی نفل نماز پڑھ کر باندھئے نماز سے قبل احرام کی ایک چادر لنگی کی طرح باندھئے اور ایک چادر اوڑھ لیجئے سلام پھیرنے پر فوراً حج کی نیت کیجئے اور ساتھ ہی تین دفعہ لبیک پڑھئے

"لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ" اسکے بعد

جو جی چاہے دعا کیجئے۔

منیٰ کو روانگی

حتی الامکان کوشش کیجئے کہ آپ کا معلم سویرے ہی آپ کو روانہ کردے، منیٰ مکہ سے تقریباً تین میل ہے، عموماً لوگ موٹر سے جاتے ہیں، طاقت ہو اور کوئی رکاوٹ نہ ہو تو پیدل بھی بآسانی جاسکتے ہیں، آج منیٰ پہنچ کر کوئی خاص کام نہیں کرنا ہے بلکہ صرف وہاں رہنا ہے، یہ سنت ہے کہ وہاں آٹھویں کا دن اور آٹھویں، نویں کی درمیانی رات گزاری جائے، پانچ نمازیں (آٹھویں کی ظہر، عصر، مغرب، عشا اور نویں کی فجر) منیٰ میں پڑھی جائیں، لیکن بے کار رہنا مناسب نہیں، ذکر اور تلاوت میں وقت گزارنا چاہئے۔

عرفات کی روانگی

نویں کو سورج نکلنے کے بعد عرفات کے لئے روانہ ہونا ہے، عرفات منیٰ سے ۱۵ / کلومیٹر ہے، لوگ پیدل بھی چلے جاتے ہیں، لیکن تکان کا اندیشہ ہو تو پیدل جانا ٹھیک نہیں ہے، موٹر سے جانا چاہئے، حج کی اس سب نقل و حرکت میں لبیک پڑھنے کا اہتمام رکھنا چاہئے، عرفات پہنچ کر زوال سے پہلے جی چاہے تو آرام کر لیجئے اور کھانے وغیرہ کی ضروریات سے فارغ ہو جایئے، زوال ہوتے ہی وضو کر لیجئے غسل کرنا مستحب ہے، ضروری نہیں ہے، وضو کے بعد اگر کوئی بڑی دشواری نہ ہو تو مسجد نمرہ میں پہنچ جانا چاہئے، امام کی اقتداء میں پہلے ظہر پھر اسی سے متصل عصر کی نماز پڑھنا ہوگا، اور اگر آپ کا مکہ مکرمہ میں قیام پندرہ روز سے کم ہو تو آپ امام کے ساتھ قصر کر سکتے ہیں، بشرطیکہ امام مسافر ہو اور اگر امام مسافر نہ ہو اور قصر کرے تو خود چاہے مسافر ہو

یا مقیم امام کی اقتداء میں نہ پڑھے بلکہ دونوں نمازوں کو الگ الگ ان کے خاص وقتوں میں چاہے اکیلے یا جماعت کے ساتھ پڑھئے، ظہر پڑھنے کے بعد کوشش کیجئے کہ ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہو، شام تک پورا وقت دعا واستغفار میں، الحاح وزاری اور رونے گڑگڑانے میں صرف کیجئے، ظہر کے بعد فوراً امام کے ساتھ جبل رحمت کے قریب وقوف کے لئے جانا اور دھوپ میں ہی قبلہ رو کھڑے ہو کر دعا کرنا افضل ہے، مگر دھوپ میں کھڑے ہونے سے ضرر یا تکلیف ہو تو جبل رحمت ہی کے قریب سایہ میں یا اپنے خیمہ ہی میں دعا وغیرہ کرتے رہئے، جب دھوپ کی تیزی کم ہو تو لبیک لبیک پکارتے ہوئے جبل رحمت کے پاس جائیے، جبل رحمت عرفات میں وہ جگہ ہے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں وقوف (قیام) فرمایا تھا، یہاں خوب رو رو کر دعائیں کیجئے اور اگر ضرر کے اندیشہ یا کمزوری کی وجہ سے اپنے خیمہ ہی میں رہ گئے اور بیٹھے ہی بیٹھے دعا واستغفار کرتے رہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، کھڑے ہو کر وقوف کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے، اور اگر جبل رحمت تک جانے میں گم ہونے، دھوپ کی شدت سے بیمار ہونے یا ہجوم میں دل جمعی کے ساتھ دعا نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو یہی اچھا ہے کہ خیمہ ہی میں پورا وقت جی لگا کر دعا واستغفار اور درمیان درمیان میں لبیک پڑھنے میں گزار دیجئے، دوسری کتابوں میں نیز ان چھوٹے چھوٹے جیبی رسالوں میں جو حاجیوں کو بمبئی سے مفت مل جاتے ہیں لمبی لمبی دعائیں لکھی ہیں، لیکن اگر اتنا بھی کر لیں کہ قبلہ رو کھڑے ہو کر سو بار لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، پھر سو بار "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ" پھر سو بار نماز میں جو درود پڑھی جاتی ہے پڑھ کر اپنے اور متعلقین اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرتے رہیں تو کافی ہے، کسی

سے اتنا بھی نہ ہو سکے تو برابر "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ" آخر تک اور "رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ" پڑھتے رہے اور جو بن پڑے دعا کرے آج ہی کا دن اس سارے سفر کا حاصل اور لب لباب ہے، اس کی قدر پہچاننا چاہئے اور ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرنا چاہئے۔

مزدلفہ کی روانگی

آفتاب ڈوبنے کے بعد مغرب کی نماز پڑھے بغیر مزدلفہ روانہ ہو جائیے، مزدلفہ عرفات سے چھ میل ہے، وہاں پہنچ کر مغرب اور عشاء ایک ساتھ عشاء کے وقت میں پڑھئے، آج اس جگہ دونوں نمازوں کا جمع کرنا واجب ہے، یہ رات بڑی مبارک ہے، یہاں تک کہا گیا ہے کہ حاجیوں کے حق میں یہ رات شب قدر سے بڑھ کر ہے، اس لئے جس قدر شب بیداری، ذکر و دعا، توبہ و استغفار، تلاوت و درود کا ورد کر سکیں کیجئے، اچھا یہ ہے کہ مغرب و عشاء سے فارغ ہو کر کچھ دیر ذکر و دعا وغیرہ کر کے سو جائیے اور بہت سویرے جاگ کر تہجد پڑھئے اور برابر تلاوت اور ذکر و دعا میں مشغول رہئے، اس کے بعد آج یہ افضل ہے کہ فجر کی نماز صبح صادق ہوتے کے بعد خوب اندھیرے میں پڑھئے، پڑھ کر جبل قزح پر یا اس کے آس پاس آ کر وقوف کیجئے، اس وقوف میں بھی درود شریف تکبیر و تہلیل، استغفار و تلبیہ اور اذکار کی کثرت کیجئے اور اگر کوئی بتانے والا نہ ہو یا قوت نہ ہو تو جہاں قیام ہے وہیں مشغول رہئے۔

منیٰ واپسی

جب سورج نکلنے میں بقدر دو رکعت نماز پڑھنے کے (یعنی تقریباً ۲۰ منٹ) رہ جائے تو منیٰ کے لئے روانہ ہو جائیے چونکہ حجاج کی کثرت کی وجہ سے معلمین کو بروقت

موٹریں روانہ کرنے میں دشواری ہوتی ہے اس لئے عام طور پر حاجیوں کو مزدلفہ سے نکلنے میں بہت دیر ہو جاتی ہے اور دن خاصا نکل آتا ہے، یہ مجبوری کی صورت ہے بہرحال کوشش کرنا چاہئے کہ حتی الوسع تاخیر نہ ہو، روانہ ہونے سے قبل اچھا یہ ہے کہ مزدلفہ ہی سے جمرات کو مارنے کے لئے کنکریاں لے لی جائیں منیٰ پہونچنے پر اب حاجی کا قیام کم از کم تین روز تک یہیں رہے گا صرف طواف کے لئے ایک بار مکہ جانا ہوگا، منیٰ میں قیام کے یہ دن ایام معلومات کہلاتے ہیں، ان میں حاجی کو روزانہ جمرات پر کنکریں مارنا ہوتی ہیں اور پہلے ہی روز قربانی کے بعد بال منوا کر احرام کھول دینا پھر مکہ جاکر فرض طواف جو کہ طواف زیارت کہلاتا ہے ادا کرنا ہوتا ہے، دسویں تاریخ کو پہلے دن اگر نہ کر سکے تو گیارہویں بارہویں تک بھی گنجائش ہے۔

دسویں تاریخ کے کام

منیٰ میں پہونچ کر پہلا کام یہ کیجئے کہ جمرۂ عقبہ (کنکری مارنے کی آخری جگہ) جس کو عوام بڑا شیطان کہتے ہیں، سات کنکریاں مارے، اس کے بعد قربانی کر کے بال منڈوا لیجئے، اب آپ احرام سے باہر ہو گئے۔

۱۔ جمرۂ عقبہ کو پہلی کنکری مارنے کے ساتھ لبیک کہنا موقوف ہو جائے گا، اس کے بعد لبیک نہ کہئے، کنکری مارتے وقت یہ دعا پڑھئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ رَغْماً لِلشَّيْطَانِ وَرِضًى لِلرَّحْمٰنِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجاً مَبْرُوراً وَذَنْباً مَغْفُوراً وَسَعْياً مَشْكُوراً، یہ یاد نہ ہو تو کوئی دوسرا ذکر کیجئے۔

۲۔ قربانی ہو تو قربانی کے بعد اپنے بال منوانا ہوگا بال خود اپنے ہاتھ سے بھی بنا سکتے ہیں دوسرے حاجی کے بال بھی کاٹ سکتے ہیں۔

۳۔ اگر کسی کا حج افراد ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے، جس کو قربانی کرنی نہ ہو تو رمی کے بعد ہی بال بنوائے جا سکتے ہیں۔

۴۔ دسویں تاریخ کو اگر آسانی ممکن ہو تو منیٰ سے ایسے وقت چلے کہ طواف زیارت اور سعی سے فارغ ہو کر مسجد حرام میں باجماعت نماز ظہر پڑھے تو بہتر ہے بعض حضرات نے اسی کو مسنون لکھا ہے، اور بعض نے واپس آ کر منیٰ میں ظہر پڑھنے کو مسنون بتایا ہے، لیکن آج کل مزدلفہ سے منیٰ آنے میں اتنی دیر ہو جاتی ہے کہ رمی اور ذبح پھر حلق سے فارغ ہوتے ہوتے موقع ہاتھ سے جاتا رہتا ہے، اس لئے جب موقع ملے اسی وقت طواف زیارت کے لئے مکہ آنا چاہئے مگر مکہ سے لوٹ کر منیٰ میں رات گزارنی چاہئے۔

۵۔ اس طواف اور سعی کا بھی وہی طریقہ ہے جو عمرہ کے طواف میں بتایا گیا ہے لیکن چونکہ اس میں احرام کی حالت نہ ہوگی، اس لئے اس میں اضطباع نہیں ہے، اور نہ اس سعی کے بعد سر منڈوانا یا بال کتروانا ہے۔

منیٰ میں تین روز

۱۔ دسویں تاریخ کو کنکری مارنے کا وقت صبح صادق سے گیارہویں کی صبح صادق تک ہے، اگر گیارہویں کو صبح صادق ہو گئی اور دسویں کی کنکری نہیں ماری تو دم واجب ہے۔ یعنی اس کے تاوان میں قربانی کرنا ہوگی۔ اس دن کا مسنون وقت سورج نکلنے سے زوال تک ہے اور زوال سے غروب تک مباح ہے، اور غروب کے بعد صبح صادق تک مکروہ ہے۔

۲۔ دسویں کو صرف آخری جمرہ پر کنکری مارنا ہے۔

۳۔ گیارہویں کو تینوں جمروں پر کنکری مارنا واجب ہے، پہلے جمرۂ اولیٰ پر جو

مسجد خیف کے قریب ہے، پھر وسطی پر، اس کے بعد جمرۂ عقبہ پر جو آخر میں ہے۔

۴۔ گیارہویں کو زوال کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں مارنا ہے، بارہویں کو بھی ایسا ہی کرنا ہے۔

۵۔ گیارہویں اور بارہویں کو رمی کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے اس سے پہلے رمی جائز نہیں ہے۔

۶۔ اگر تیرہویں کو بھی ٹھہر کر رمی کر کے واپس آنا ہے تو بہت اچھا ہے، تیرہویں کو صبح صادق سے غروب تک وقت رہتا ہے، مگر زوال کے بعد مسنون ہے، اس کے پہلے مکروہ وقت ہے۔

۷۔ اگر تیرہویں کو رکنا نہ ہو تو بارھویں کو غروب سے پہلے منیٰ سے نکل جانا چاہئے۔

۸۔ ہجوم کے خوف سے عورت کی طرف سے دوسرے کا رمی کرنا جائز نہیں ہے، اگر اس سبب سے عورت نے رمی نہیں کی تو فدیہ واجب ہے(۱)۔

۹۔ عورت دسویں کو سورج نکلنے سے پہلے اور گیارہویں، بارہویں کو سورج غروب ہونے کے بعد کنکری مارے تو مکروہ نہیں بلکہ عورت کو رات میں رمی کرنا افضل ہے۔

۱۰۔ بارہویں یا تیرہویں کو منیٰ سے مکہ آتے ہوئے محصب (جس کو آج کل معابدہ کہتے ہیں، اور وہ شہر کا ایک محلہ ہے) میں تھوڑی دیر اتر کر یا سواری روک کر ٹھہرنا اور دعا کرنا چاہئے، اگر نہ کر سکے تو گناہ نہیں، مکہ مکرمہ لوٹنے پر حج کے ضروری اعمال پورے ہو گئے اب صرف ایک طواف، طواف وداع باقی رہ گیا ہے، جو وطن واپسی پر کرنا ہوگا۔

---

(۱) غنیۃ المناسک صفحہ ۱۰۰

مکہ مکرمہ واپسی

منیٰ سے واپسی کے بعد جتنے دن مکہ معظمہ میں قیام ہو اس کو غنیمت سمجھنا چاہئے اور جتنا ہو سکے طواف، عمرے، نماز، روزے، صدقات اور نیک کام کرنا چاہئے، اپنے والدین و اقارب کی طرف سے بھی کرے، معلوم نہیں پھر یہ موقع نصیب ہو نہ ہو۔

حج سے واپسی

حج کے بعد جب مکہ سے وطن واپس ہونے کا ارادہ ہو تو طواف وداع واجب ہے، اس طواف میں نہ رمل ہے، نہ اس کے بعد سعی، حاجی کو چاہئے طواف کے بعد دوگانہ طواف پڑھ کر قبلہ رخ ہو خوب پیٹ بھر کر کئی سانس میں آب زمزم پئے ہر سانس میں بیت اللہ کی طرف، پھر ملتزم کے پاس جا کر جس طرح پہلے طواف کے بعد دیوار کعبہ سے لپٹا تھا، اسی طرح لپٹے اور خوب روئے، گڑگڑائے اور بیت اللہ کی جدائی پر افسوس کرے پھر حجر اسود کو بوسہ دے اور روتا ہوا مسجد سے نکلے اور دروازہ پر کھڑا ہو کر دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بار بار حاضری نصیب فرمائے، یاد رہے تو یہ دعا پڑھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْداً كَثِيْراً طَيِّباً مُبَارَكاً فِيْهِ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيَ الْعَوْدَ بَعْدَ الْعَوْدِ الْمَرَّةَ بَعْدَ الْمَرَّةِ اِلٰى بَيْتِكَ الْحَرَامِ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمَقْبُوْلِيْنَ عِنْدَكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ بَيْتِكَ الْحَرَامِ وَاِنْ جَعَلْتَهُ اٰخِرَ الْعَهْدِ فَعَوِّضْنِيْ عَنْهُ الْجَنَّةَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

حائضہ عورت طواف وداع نہ کرے صرف دروازہ پر کھڑی ہو کر یہ دعا پڑھ لے۔

مدینہ منورہ کی حاضری

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بالاجماع قربات اور افضل طاعات میں ہے۔ اور ترقی درجات کے لئے کامیاب ترین وسیلہ ہے۔ خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت کی ترغیب دی ہے۔ اور باوجود قدرت کے زیارت نہ کرنے والوں کو بے مروّت اور ظالم فرمایا ہے، خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس دولت سے نوازا جائے اور بد بخت ہے وہ شخص کہ باوجود قدرت کے اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہ جائے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من زارنی متعمداً کان من جواری یوم القیامۃ۔ (مشکوٰۃ)

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بامقصد میری زیارت کرے گا، قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا۔

من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔ (مشکوٰۃ)

جس نے حج کیا پھر میری قبر کی زیارت (میری وفات) میرے مرنے کے بعد کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

زیارت مدینہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کی حاضری بڑی سعادت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، "جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کی شفاعت مجھ پر واجب ہوگئی" اور فرمایا "جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے میرے ساتھ مغایرت برتی"، حضور صلی اللہ کی زیارت افضل مستحبات میں سے ہے جس شخص

پر حج فرض ہوا اس کے لئے حج سے پہلے زیارت کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ حج فوت ہونے کا خوف نہ ہو، مگر بہتر اس کے لئے پہلے حج کرنا ہے، اور حج نفل کرنے والے کو اختیار ہے کہ وہ چاہے پہلے حج کرے یا زیارت۔

درود شریف اور نماز

جب مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو تو راستہ میں درود شریف کثرت سے پڑھے، بلکہ فرائض وضروریات سے جو وقت بچے سب اسی میں صرف کر کے اور خوب ذوق وشوق پیدا کرے اور اظہار محبت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے۔ اگر خود یہ حالات پیدا نہ ہوں تو بہ تکلف پیدا کرے اور راستہ میں جو مساجد مخصوصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں، (جیسے مسجد ذی الحلیفة) ان میں نماز پڑھے محض تماشا اور سیر وتفریح کی نیت سے مساجد میں نہ جائے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ "علامات قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی مسجد کے طول وعرض میں گزرے اور اس میں نماز نہ پڑھے" اس لیے جب کسی مسجد کی زیارت کرے تو دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو، جو متبرک کنوئیں راستہ میں ہیں، ان کا پانی تبرکاً پینا چاہئے جیسے (وادی عقیق میں بئر عروہ)

جتنا جتنا مدینہ منورہ قریب ہوتا جائے اتنا اتنا ذوق وشوق بڑھنا چاہئے اور شیفتگی وبیتابی میں اضافہ ہونا چاہئے اور درود وسلام کی کثرت ہوتی جائے۔

شہر کے سامنے

ذوالحلیفہ (ابیار علی) سے روانگی کے بعد جب مدینہ منورہ کے آثار اور اس کے درخت نظر آنے لگیں تو سعادت دارین کی دعا مانگے اور درود وسلام پڑھے اور بہتر

یہ ہے کہ اگر رفقاء سے اختلاف اور نظام سفر میں خلل وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو تو سواری سے اتر جائیے ہو سکے تو ننگے پاؤں روتے ہوئے چلیے اور جس قدر ادب و تعظیم ممکن ہو بجالائیے۔

احتیاط کا تقاضہ ہے کہ ذوالحلیفہ ہی سے غسل کر کے داخلہ مدینہ کے لیے تیار ہو جائیے ورنہ شہر میں داخل ہونے سے پہلے اگر ہو سکے غسل کیجیے اور اگر داخل ہونے سے پہلے نہ ہو سکے تو داخل ہونے کی بعد غسل کیجیے غسل نہ ہو سکے تو وضو کیجیے مگر غسل افضل ہے، پھر پاک وصاف کپڑے پہنیے (نئے کپڑے افضل ہیں) اور خوشبو لگائیے۔

باب العنبریہ

اگر مدینہ منورہ ہوائی جہاز سے حاضر ہونے کی سعادت ملی ہے تو ہوائی اڈہ سے روانہ ہو کر شہر میں احد پہاڑ کے مشرقی سمت سے داخلہ ہوگا اور اگر موٹر کے ذریعہ حاضری ہوئی تو شہر کا پہلا محلہ باب العنبریہ ملے گا یہ محلہ مدینہ منورہ شہر کا جنوب مغربی محلہ ہے، یہ شہر کا ایک پُر فضا حصہ ہے۔ اس حصہ شہر کو المناخہ اور حاجز کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے، باب العنبریہ ہی پر وہ ریلوے اسٹیشن ہے جہاں سے ترکی عہد میں شام کے لیے ریل روانہ ہوتی تھی۔

جب باب العنبریہ سے شہر میں داخل ہونے لگے تو یہ پڑھے۔

"بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ رَبِّ أَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّأَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّارْزُقْنِيْ مِنْ زِيَارَةِ رَسُوْلِكَ مَا رَزَقْتَ أَوْلِيَاءَكَ وَأَهْلَ طَاعَتِكَ وَأَنْقِذْنِيْ مِنَ النَّارِ وَاغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ يَا خَيْرَ مَسْئُوْلٍ۔"

شہر میں پہونچنے کے بعد سیدھے مسجد نبویؐ میں حاضر ہوئیے بشرطیکہ بیوی، بچے

یا سامان کے باب میں کسی قسم کا خطرہ نہ ہو، اگر کوئی خطرہ ہو تو اس کا بندوبست کر کے مسجد میں بلا تاخیر حاضر ہوئیے۔

مسجد میں حاضری

افضل یہ کہ زیارت کرنے والا پہلے باب السلام یا باب جبریل سے داخل ہو داخلہ کے وقت پہلے داہنا پیر مسجد میں رکھے اور "بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" پڑھے اس کے بعد حجرہ شریفہ (جس میں مزار انور ہے) پیچھے سے "روضۃ من ریاض الجنۃ (جنت کی کیاری) میں تواضع و مسکنت کے ساتھ اس طرح آئے کہ معلوم ہو اس پر اس مقام کی ہیبت طاری ہے۔

اور اس جگہ حق تعالیٰ کے حق کی ادائگی کے لیے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے پہلی میں "قُلْ یَاۤ اَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ" دوسری میں "قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ" پڑھنا بہتر ہے۔

افضل یہ ہے کہ تحیۃ المسجد مسجد نبوی میں پڑھے، مصلائے نبوی محراب کے پاس منبر نبوی کی طرف ذرا ہٹ کر ہے۔

مصلائے نبوی میں نماز پڑھنے کے لیے کسی کو دھکا دینا جائز نہیں ہے، وہاں موقع نہ ہو تو پھر روضہ میں جہاں جگہ ملے پڑھ لے اور سلام پھیر کر خدا کی حمد و ثنا بجالائے، شکر ادا کرے، اور زیارت کے قبول ہونے کی دعا مانگے۔

اگر فرض نماز کی جماعت ہو رہی ہو یا نماز کی قضا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پہلے فرض نماز پڑھے، تحیۃ المسجد بھی اس سے ادا ہو جاتی ہے۔

زیارت وسلام

نماز تحیۃ المسجد سے فارغ ہو کر نہایت ادب کے ساتھ مزار انور کے پاس آئے

اور دل سے تمام دنیاوی خیالات کو دور کر کے سرہانے کے قریب جو ستون ہے اس سے چار ہاتھ فاصلہ پر کھڑا ہو جائے اور قبلہ کی طرف پشت کر کے ذرا بائیں طرف مائل ہو جائے تاکہ روئے انور کا سامنا حاصل ہو، ادھر ادھر نہ دیکھے، نظر نیچی رکھے اور کوئی حرکت خلاف ادب نہ کرے کہ اس قسم کی باتیں خلاف ادب و احترام اور ناجائز ہیں، اور سجدہ کرنا شرک ہے، اور خیال رہے کہ رسول ﷺ لحد شریف میں قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے آرام فرما ہیں۔

عظمت و جلال کا لحاظ کرتے ہوئے متوسط آواز سے سلام پڑھئے، زیادہ زور سے نہ چیخے اور بالکل آہستہ بھی نہ پڑھے۔

سلام اس طرح پڑھے: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيَرَةَ اللّٰهِ مِنْ جَمِيْعِ خَلْقِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ فَجَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا خَيْرًا وَجَزَاكَ اللّٰهُ الْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ اللّٰهُمَّ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِيْ وَعَدْتَهٗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ، وَاَنْزِلْهُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ، اِنَّكَ سُبْحَانَكَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔"

اس کے بعد آپ کے وسیلہ سے دعا کرے اور شفاعت کی درخواست ان الفاظ

میں کرے" یارسول اللہ أسألك الشفاعة وأتضرع الی اللہ ان اموت مسلماً علی ملتك وسنتك"

سلام کے الفاظ میں جس قدر چاہے زیادتی کر سکتا ہے مگر سلف کا معمول اختصار تھا اختصار ہی کو مستحسن سمجھتے تھے، اور سلام میں کوئی لفظ ایسا نہ کہے جس سے ناز اور دعوئ قرب مترشح ہو کہ یہ بھی سوءِ ادب ہے۔

- اور اگر کسی کو یہ الفاظ پورے یاد نہ ہوں یا زیادہ وقت نہ ہو تو جتنا یاد ہو، یا کہہ سکتا ہو کہہ لے کم سے کم مقدار" السلام علیک یا رسول اللہ" ہے

اگر کسی شخص نے آپ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لیے کہا ہو تو اس کا سلام بھی اپنے سلام کے بعد اس طرح عرض کیجیے "السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ فُلَانِ ابْنِ فُلَان يَسْتَشْفَعُ بِكَ اِلٰی رَبِّكَ" فلاں ابن فلاں کی جگہ اس شخص کا نام وولدیت لیجیے۔

اور بہت سے لوگوں نے اگر سلام عرض کرنے کو کہا ہے، اور نام یاد نہیں ہیں تو سب کی طرف سے اس طرح سلام عرض کیجیے "السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ جَمِيْعِ مَنْ أَوْصَانِي بِالسَّلَامِ عَلَيْكَ."

- سلام پڑھنے کے بعد ایک ہاتھ داہنی طرف کو ہٹ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چہرۂ مبارک کے سامنے کھڑا ہو کر اس طرح سلام پڑھے۔" السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَثَانِيَهُ فِي الْغَارِ وَرَفِيْقَهُ فِي الأَسْفَارِ وَأَمِيْنَهُ عَلَى الْأَسْرَارِ أَبَابَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ خَيْرًا."

پھر ایک ہاتھ داہنی طرف کو ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرے کے مقابل ہو کر ان الفاظ میں پڑھیے:۔ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ الْفَارُوْقَ أَعَزَّ اللّٰهُ بِهِ الْإِسْلَامَ إِمَامَ الْمُسْلِمِيْنَ مَرْضِيًّا حَيًّا وَمَيِّتًا جَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ خَيْرًا۔"

ان دونوں حضرات پر سلام کے الفاظ میں ہی زیادتی کا اختیار ہے، اور کسی نے سلام پہونچانے کی فرمائش کی ہو تو اس کا بھی سلام پہنچا دیجئے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھنے کے بعد نصف ہاتھ کے قریب بائیں جانب ہٹ کر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان کھڑے ہو کر پھر اس طرح سلام پڑھنا چاہئے:۔ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا صَاحِبَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَوَزِيْرَيْهِ جَزَاكُمَا اللّٰهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ جِئْنَا كُمَا نَتَوَسَّلُ بِكُمَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْفَعُ لَنَا وَيَدْعُوْ لَنَا رَبَّنَا أَنْ يُحْيِيَنَا عَلَى مِلَّتِهِ وَسُنَّتِهِ وَيَحْشُرَنَا فِيْ زُمْرَتِهِ وَجَمِيْعَ الْمُسْلِمِيْنَ اٰمِيْنَ"

پھر اس کے بعد دوبارہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر حق تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کیجئے، اور درود شریف پڑھئے اور اپنے والدین، احباب اقارب اور سب مسلمانوں کے لئے دعا کیجئے اور بہتر یہ ہے کہ سلام کے بعد یہ کہا جائے۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيْمًا فَجِئْنَاكَ ظَالِمِيْنَ لِأَنْفُسِنَا مُسْتَغْفِرِيْنَ مِنْ ذُنُوْبِنَا فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّنَا وَاسْئَلْهُ أَنْ يُمِيْتَنَا

عَلٰی سُنَّتِكَ وَاَنْ يَّحْشُرَنَا فِي زُمْرَتِكَ ۔'' اس کے بعد اپنے لئے اور سب کے لئے دعا مانگے۔

مسجد شریف کے اندر

زیارت کے بعد دعا سے فارغ ہوکر اسطوانہ ابی لبابہ کے پاس آ کر دو رکعت نفل پڑھ کر دعا مانگنا چاہئے، بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو اور روضۂ مبارک میں نماز درود، دعا جس قدر ہو سکے کرنا چاہئے، اس کے بعد منبر کے پاس آ کر دعا و استغفار کرنا اور درود پڑھنا چاہئے، یہ سب ستون روضہ جنت کے اندر واقع ہیں جن کی فضیلت کا ذکر گزر چکا ہے، اور ایام قیام مدینہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے مصلائے نبوی، ستون عائشہؓ ستون ابی لبابہ اور ستون سریر وغیرہ کے پاس نفل پڑھنے کو غنیمت سمجھنا چاہئے مگر اس کے لئے کوئی ناروا حرکت یا بے ادبی نہ کرنا چاہئے، ستونوں کے پاس جگہ نہ ملے تو روضہ میں جہاں جگہ ملے وہاں نفل پڑھنا چاہئے، پنجگانہ نماز جماعت سے مسجد نبویؐ میں اور تکبیر اولیٰ اور پہلی صف کا اہتمام بہت ضروری ہے، مسجد نبویؐ میں ایک نماز کا ثواب بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق ایک ہزار نماز سے زیادہ ہے۔

امام احمدؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کرے اور کوئی نماز اس کی فوت نہ ہو تو اس کے لئے دوزخ سے براءت لکھی جائے گی اور عذاب و نفاق سے براءت لکھی جائے گی'' اور اگر ممکن ہو تو مسجد نبویؐ میں مستقل طور سے اعتکاف بھی کیجئے، اور قرآن شریف ختم کیجئے اور صدقہ و خیرات حسب حیثیت مساکین و مجاورین و باشندگان مدینہ کا خاص طور سے خیال رکھیے، ان سے محبت سے پیش آیئے اگر ان کی طرف سے کوئی زیادتی بھی ہو تو تحمل اور شریفانہ برتاؤ کیجئے، خرید و فروخت میں بھی ان کی امداد کی نیت رکھیے، تاکہ ثواب ملے۔

دیگر متبرکات مقامات و مساجد

قبا میں وہ مسجد جو اسلام کی سب سے پہلی مسجد کہلاتی ہے۔ سفر ہجرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کی یہ آخری منزل تھی۔ حضورؐ نے اس مسجد میں نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت بتائی ہے اور قرآن مجید میں بھی اس مسجد کا تذکرہ ہے۔ شنبہ کے روز قبا جانا اور اس کی مسجد میں دو رکعت نفل ادا کرنا مستحب ہے۔

مسجد قبلتین وہ مسجد ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے حسب معمول نماز شروع فرمائی تھی کہ تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا اور اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کا رخ بدل دیا۔ اسی وقت سے یہ مسجد قبلتین یعنی دو قبلوں والی مسجد کہلائی۔

مسجد ذباب۔ خمسہ مساجد

غزوہ خندق میں اس جگہ خیمۂ نبوی نصب ہوا تھا اور اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز بھی پڑھی تھی۔ یہیں بعض دوسری مساجد خلفائے راشدینؓ کے نام سے موسوم ہیں۔

جبلِ احد

جبل احد کے تعلق سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ پہاڑ ہے اس کو مجھ سے محبت ہے اور مجھے اس سے محبت ہے۔ اس کے دامن میں احد کا معرکہ پیش آیا تھا اس غزوۂ احد میں شہید ہونے والوں کا ایک چھوٹا سا قبرستان ہے جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت سیدنا حمزہؓ کی قبر بھی ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے تھے اور ان شہداء کرام کو سلام و دعا سے نوازتے تھے۔

آپ بھی کم از کم ایک دفعہ ضرور جایئے اور مسنون طریقہ سے سلام عرض کریں۔

شہداء اُحد اور جبل احد کی زیارت جمعرات کے روز فجر کی نماز کے بعد سویرے مستحب ہے تاکہ واپس آکر ظہر کی نماز مسجد نبویؐ میں مل سکے۔

بقیع شریف

یہ مدینہ منورہ کا قبرستان ہے اس میں تقریباً دس ہزار صحابہ کرام مدفون ہیں۔ جن میں مزارات اہل بیت حضرت عباسؓ، حضرت فاطمہؓ، امام حسنؓ، امام زین العابدینؒ، امام محمد باقرؒ، جعفر صادقؒ، ایک جگہ ہے۔ نو (۹) امہات المومنین بنات رسول اللہؐ، حضرت عثمان بن عفانؓ صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ اور دیگر جلیل القدر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبریں ہیں۔ اب اس کو وسیع کر کے دور تک پھیلا دیا گیا ہے رسول اللہؐ اس کی زیارت کیا کرتے تھے۔ (ماخوذ از "حج و مقامات حج")

تلخیص : علام محمد اختر عبید ا[illegible]

مکہ مکرمہ میں

مجھ پر خدا کا بیشمار فضل و کرم ہے آجکل — لیل و نہار بار بار طوف حرم ہے آجکل

زمزم کا جام ہاتھ میں ذکر خدا ہے ساتھ میں — میری نظر کے سامنے باب حرم ہے آجکل

تھامے ہوئے غلاف کو بہر دعا حطیم میں — ناچیز بندہ پہ ترا لطف و کرم ہے آجکل

ذکر خدا زبان پر گرد حرم طواف روز و شب — رو کر چمٹنا بار بار پھر ملتزم ہے آجکل

اسود حجر کا چومنا ہے مشغلہ میرا روز و شب — اور ہاتھ میرے ہیں بلند اور چشم نم ہے آجکل

شکر خدا ادا کرے مجھ سا خستہ ناتواں — مجھ پر تو فضل ایزدی بے کیف و کم ہے آجکل

رب العلا کے سامنے شام و سحر جبیں نیاز — بندہ ترا در حضور تسلیم خم ہے آجکل

تیرا کرم میں گن سکوں میرے لئے کہاں ہے — میرے خیال سے بلند تیرا کرم ہے آجکل

میری دعا تو کر قبول آ نامراد ہو مقبول — لب پہ دعا ہے تیرا در دم بدم ہے آجکل

ہاتف نے دی صدا مجھے کچھ غم نہ کر دل حزیں
تیرا مقام تو بنا بیت السلم ہے آجکل

گنبدِ خضرا کو دیکھ کر

دلِ غمزدہ میرا مسرور ہے آج
مرا دل محبت سے معمور ہے آج
میں قسمت پہ اپنی ہوں جتنا بھی نازاں
مری آنکھ دل مست و مخمور ہے آج

مری آرزو آج پوری ہوئی ہے
مرے سامنے قبۂ نور ہے آج
سکون و قرار آج رگ رگ بسا ہے
مرا سینہ تو وادیِ طور ہے آج

خدا کی ہے قدرت یہاں میں ہوں پہونچا
بلندی پہ یہ میرا مقدور ہے آج
ہے سرسبز و شاداب طیبہ کی وادی
جدھر دیکھیے نور ہی نور ہے آج

کہاں ہند بھارت کہاں پاک طیبہ
وہ ظلمانی بستی بہت دور ہے آج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

اے خدا صاحب عز و جاہ و حشم
صاحب عرش و کرسی لوح و قلم
بادشاہت تری کوہ بہ کو یم بہ یم
حمد تیری بیاں آج کرتے ہیں ہم

تیرے اللہ و رحمٰن ہیں پاک نام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

ہر جگہ ہر نفس تو ہی تو، تو ہی تو
ہے تری جستجو ہے تری گفتگو
دونوں عالم کو تو نے دیا رنگ و بو
تیرا جود و کرم سر بسر کو بہ کو

اے خدا تیری رحمت جہاں میں ہے عام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

تو رحیم و ملک تیرے دونوں جہاں
سب پہ تیرا کرم سب پہ تو مہرباں
ہیں تصرف میں تیرے زمان و مکاں
تو عیاں، تو نہاں، تو یہاں، تو وہاں

تو ہے قدوس اور نام تیرا سلام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

تیرے سارے مَلک اور جن و بشر　　مہر و ماہ و نجوم و فلک بحر و بر
خار و گل باسے ترا اور سب جانور　　سال و ماہ و شب و روز و شام و سحر

تو ہے سب کا خدا سب ہیں تیرے غلام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

تیرے اہلِ عرب تیرے اہلِ عجم　　تیرے فاقہ کش و اہلِ دام و درم
تیرے آگے سبھی سر کو کرتے ہیں خم　　فضل سب پر ترا ہر نفس ہر قدم

تو ہے مومن، مُہَیمِن بھی تیرا ہے نام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

اے خدا تو عزیز اور جبّار ہے　　متکبّر ہے تو اور ستّار ہے
تو ہے خالق تجھے خَلق سے پیار ہے　　تو ہے بارِی مصوّر ہے غفّار ہے

تیرے قہّار و وہّاب و رزّاق نام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

تجھ کو فتّاح کہتے ہیں اہلِ نظر　　نام سے تیرے کھلتا ہے ہر بند در
تو علیم اے خدا سب کی تجھ کو خبر　　سب کا تو داد رس سب کا تو چارہ گر

تو ہمیشہ سے ہے اور رہے گا مدام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

تو ہے قابض جسے چاہے کنگال کر   بے زر و مال کر چاہے بدحال کر
تو ہے باسط جسے چاہے خوشحال کر   تو ہے خافض جسے چاہے پامال کر

تجھ کو کہتے ہیں رافع خواص و عوام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

تو معز و مذل و سمیع و بصیر   تو حکم اور عدل و لطیف و خبیر
چاہے کر تو امیر اور چاہے فقیر   تو ہے بے شک علیٰ کل شیٔ قدیر

تیرے ہاتھوں میں دونوں جہاں کا نظام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

تو حلیم و عظیم و غفور و شکور   بخشتا ہے تو ہی علم و عقل و شعور
تجھ سے ہر دم ہے عفو و کرم کا ظہور   تجھ سے پاتا ہے تسکیں دلِ ناصبور

اپنے بندوں کو کرتا ہے تو شادکام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

تو نے بخشی غذا اور پانی ہوا   ہر مرض کی دوا دے کے بخشی شفا
دور کرتا ہے تو ہی مصیبت سدا   کس زباں سے کریں شکر تیرا ادا

کیوں نہ تسبیح تیری پڑھیں صبح و شام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

تو نے بخشے ہمیں کان، بخشی زباں　　چشم و قلب و دماغ اور دانائیاں

مال و علم و عمل اور توانائیاں　　زندگی و فراغ اور مکان و زماں

تیری ناشکری کرنا ہے ہم پر حرام

پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

تو علیؔ و کبیرؔ و حفیظؔ اے خدا　　ذات تیری بڑی شان سب سے جدا

تیرے در کے بھکاری ہیں شاہ و گدا　　بے سہاروں کی کشتی کا تو ناخدا

تو ہی کرتا ہے سب کی حفاظت کا کام

پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

تو مُقِیتؔ و حسِیبؔ و جلیلؔ و کریمؔ　　تو رقیبؔ و مجیبؔ اور واسع حکیم

تو ہے مشکل کُشا لُطف تیرا عمیم　　دونوں عالم میں تیری ہے رحمت عظیم

ہیں ترے خوب رُو ہیں ترے مشک فام

پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

کوئی تیرا حبیبؐ اور تیرا خلیلؑ　　تیرے تسنیم اور کوثر و سلسبیل

ہر نفس ہے لبوں پر یہ ذکرِ جمیل　　اے خدا حَسْبُنَا اللّٰہُ نِعْمَ الْوَکِیْل

دونوں عالم ترے تیرا یَوْمُ الْقِیَام

پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

گلستاں کے گل و لالۂ و نسترن — سوسن و جوہی بیلا گلاب و سمن
اور گلشن کے گلہائے رشکِ چمن — ان کو پہنائے تو نے حسیں پیرہن
ان گلوں سے مہکتا ہے گلشن تمام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

تو وَدُود اور حمید اور باعث شہید — تو ہے حق و وکیل اے خدائے مجید
تو قوی و متین و ولی و حمید — تو ہے مُحصی ہے مُبدی ہے تو ہے مُعید
تیرے ہر نام پر صدقہ عالم تمام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

تو ہے مُحیی و مُمیت اور بے عیب ہے — حی و قیوم ہے عالم الغیب ہے
پاک ہے لاشریک ایک لاریب ہے — تجھ پہ ہم سب کا ایمان بالغیب ہے
تجھ کو حاصل ہے مولیٰ حیاتِ دوام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

تو ہے واجد تو ماجد تو واحد احد — تیرے مجد و کرم کی نہیں کوئی حد
بے نیازی کی ہے شان تیری صمد — بے سہاروں کی کرتا ہے تو ہی مدد
باعثِ خیر و برکت ہیں سب تیرے نام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

قادر و مقتدر سب پہ قادر ہے تو — تو مقدم مؤخر ہے حاضر ہے تو
تو ہی ناظر ہے اوّل ہے آخر ہے تو — تو ہی ظاہر ہے باطن ہے قاہر ہے تو

تیرے اوصاف میں کچھ نہیں ہے کلام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

سارے بندے ترے تو ہے سب کا اِلٰہ — سب رعایا تری سب کا تو بادشاہ
سب پہ رکھتا ہے ہر دم کرم کی نگاہ — سب کا والی ہے تو سب کو تیری پناہ

یا الٰہی تیرا متعالی ہے نام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

میرے اللہ تو سب کا معبود ہے — جن و انس و ملک کا تو مسجود ہے
سب کا مطلوب ہے سب کا مقصود ہے — جو ہے نعمت تری غیر محدود ہے

برّ و توّاب اور منتقم تیرے نام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

تو عفوّ و رؤف و حمید الخصال — مالک الملک تو تجھ کو سب کا خیال
تیرے شرق اور غرب و جنوب و شمال — تو ہے ربّ السماوات لے ذوالجلال

تیرا اکرام ہے ہر نفس صبح و شام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

نام مُقسِط ترا اور جامع ہے تو — تو غنی اور مُغنی ہے مانع ہے تو
تو ہے مُعطی ہر اک غم کا دافع ہے تو — تو ہے ستار کل ضار و نافع ہے تو
دونوں عالم کا کرتا ہے تو انتظام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

نور ہے تو تجھی سے جہانوں کا نور — تو زمینوں کا نور آسمانوں کا نور
تو مکینوں کا نور اور مکانوں کا نور — مہر و ماہ و نجوم اور زمانوں کا نور
تجھ کو کہتے ہیں ہادی سبھی خاص و عام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

تو بدیع السماوات و رب العلا — نام باقی ترا تجھ کو حاصل بقا
تیرا وارث ہے نام سارا عالم ترا — تو رشید و صبور اے ہمارے خدا
تیری تسبیح پڑھتے ہیں ہم صبح و شام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

حمد تیری خدا ختم کرتے ہیں ہم — بادلِ مضطرب اور باچشمِ نم
عرض کرتے ہیں یہ ہم کہ تیری قسم — حمد گر ہم کریں عمر بھر دم بدم
زندگی ہو تمام حمد ہو نا تمام
پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

دُرود و سلام

وہ رسالت مآبؐ اور شہِ دو جہاں　　پاک نام آپ کا لے یہ گندی زباں
ہے مجال اس کی کیا اور جرأت کہاں　　اک خیال آ گیا اور آنسو رواں

سیّدِ وُلدِ آدم وہ خیرُ الانام
اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام

کیسا وہ جوہرِ فرد پیدا ہوا　　سارے عالم میں پھیلی ہے اُسکی ضیا
گنگنانے لگے ہیں یہ ارض و سما　　آ گیا جانِ کون و مکاں آ گیا

کہہ اُٹھے یک زباں رات دن صبح و شام
اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام

آمنہ کا وہ پیارا وہ دُرِّ یتیم　　بیکسوں کا سہارا وہ لطفِ عمیم
سب کی آنکھوں کا تارا وہ ذاتِ کریم　　جان و دل ماہ پارا وہ خُلقِ عظیم

جس کی ہر ہر ادا واجب الاحترام
اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام

جس کی آمد سے بادِ نسیم آ گئی — رحمتِ حق کی ہر سُو گھٹا چھا گئی
چھا گئی اور پھر نور برسا گئی — غم کی ماری تھی دنیا سکوں پا گئی
زندگی بھر پلایا محبت کا جام
اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام

کارواں گم تھا تاریک اور رات تھی — خوفناک ایک جنگل تھا برسات تھی
ساری دُنیا تھی گویا بحرِ ظلمات تھی — ہر طرح اس کی بگڑی ہوئی بات تھی
آ گیا ظلمتِ شب میں ماہِ تمام
اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام

زندہ درگور ہوتی تھیں اُن لڑکیاں — کفر خنداں تھا اور ظلم آتش فشاں
آگ کی ایک کھڑکی بنا تھا جہاں — ظلم ہوتا رہا تھا ہر اک سسکیاں
بخش دی مُردہ دلوں کو حیاتِ دوام
اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام

جاہلیت میں عورت تھی اک جانور — ٹھوکریں کھاتی پھرتی تھی در در بدر
راہ و منزل سے اپنی تھی وہ بے خبر — کوئی اُس کا نہ تھا شام تھی بے سحر
عورتوں کو دیا حُریت کا مقام
اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام

جس نے کُندن بنایا مسِ خام کو — جس نے قرباں کیا حق پہ آرام کو
صبح سے جس نے بدلا ہر اک شام کو — سارے عالم میں پھیلایا اسلام کو

جس پہ نازل ہوا ہے خدا کا کلام
اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام

معجزہ جس کا ادنیٰ تھا شقِّ القمر — جس کی آمد جہاں میں نسیمِ سحر
اس کی آمد نہ ہوتی جہاں میں اگر — ٹھوکریں کھاتی انسانیت در بدر

لے کے آیا محبت کا دلکش پیام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

گالیاں جس نے دیں اس کو تحفے دیے — زخم جس کے لگے، زخم اُس کے سیے
عافیت کی دُعا مانگی سب کے لیے — کی جفا جس نے بدلے وفا سے دیے

جس نے سب کو پلایا محبت کا جام
اُس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

وہ خدا کا نبی خاتم المرسلینؐ — مطلعِ نور تھی جس کی پیاری جبیں
ذات ایسی ملے گی بتاؤ کہیں ؟ — ہو جو اتنی عظیم و وجیہ و حسیں

جس کی ہر بزم، جس کے سبو جس کے جام
اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام

وہ تبسم لبوں پہ سراپا بہار ‏ ‏ ‏ ‏ وہ تکلم کہ جیسے گلوں کا نکھار
کھل گئی جو کبھی زلف بھی ایک بار ‏ ‏ ‏ ‏ ہو گئی پھر ہوا وہ فضا مشک بار

جس کی ہر سانس پر ہے تصدق مشام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

وہ رسولوں میں آخر جو مرسل ہوا ‏ ‏ ‏ ‏ جس پہ قرآن سارا منزل ہوا
جس کا ہر لفظ و جملہ مدلل ہوا ‏ ‏ ‏ ‏ دین اسلام جس پر مکمل ہوا

ہو گئے جس پہ دین و شریعت تمام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

تھا جہاں بحر ظلمات میں تہ نشیں ‏ ‏ ‏ ‏ لات و عزیٰ کے آگے پڑی تھی جبیں
اس کا یہ صدقے دیا ہم کو دین مبیں ‏ ‏ ‏ ‏ اس نے بخشی ہمیں ایک شرع متیں

جس نے سب کو بتایا حلال و حرام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں درود

بات مانی جنھوں نے ستائے گئے ‏ ‏ ‏ ‏ آگ کے فرش پر کچھ لٹائے گئے
کھینچ کر کچھ سر دار لائے گئے ‏ ‏ ‏ ‏ حق کی آواز پھر بھی لگائے گئے

تھے خبیبؓ اور خباب جس کے غلام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

وہ صہیبؓ اور سلمانؓ و یاسرؓ، بلالؓ — زیدؓ و عمارؓ بھی خوش خیال و خصال
جن کو حاصل یقیں تھا تمام و کمال — جن پہ قربان شاہی جمال و جلال

ہیں اسی کے سبھی خوبرو مشک فام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

جن کی کوشش سے باد بہاری چلی — جن سے ہر شاخ گلشن کی پھولی پھلی
جنگی اسلام کی جن سے ہر ہر کلی — وہ ابوبکرؓ و فاروقؓ و عثمانؓ و علیؓ

جس کے ادنیٰ غلام فاتح مصر و شام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

فاطمہؓ پیاری بیٹی، حسینؓ و حسنؓ — پارۂ دل جگر گوشہ جزو بدن
جن سے آراستہ ہے نبی کا چمن — ہیں چمن کے گل و لالۂ و نسترن

ایک ہے سیف حق ایک مُصلح تمام
اُس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

وہ دیار نبی رشک ارض و سما — پاک جس کی زمیں پاک جس کی فضا
جس کا شیریں ہے پانی معطر ہوا — خاک کو جس کی کہتے ہیں خاک شفا

شوق ہے اس کی جانب چلوں تیز گام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

رشک تجھ پر ہے مجھ کو بہت اے صبا   تو مدینہ کو جاتی ہے صبح و مسا
ایک میں ہوں سراپا گناہ و خطا   کاش مجھ کو بھی حاصل ہو خاکِ شفا

میرے لب پر یہی رات دن صبح و شام
اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام

آتشِ شوق ہے تیز سے تیز تر   میں ہوں گرمِ سفر ہر نفس ہر نظر
ہے حسیں رہ گزر عشق ہے راہبر   روضۂ پاک ہے منزلِ معتبر

میری قسمت کہ ہوں زائر و ہم کلام
اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام

دیر سے کہہ رہی ہے درود و سلام   آگیا اے زباں فدویت کا مقام
اب نبیِ مکرم کا لے پاک نام   ہاں مگر با ادب اور بصد احترام

جس کے صدقے میں عالم کا سارا نظام
اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام

وہ حبیبِ خدا، طاہر و مصطفےٰ   قاسم و حامد و محمد و مرتضےٰ
صادق و رحمت و طیب و مجتبےٰ   طٰہٰ، یٰسین، مکی، وہ خیر الورےٰ

وہ شفیع و منیر و شہید و امام
اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام

وہ حجازی، تہامی، یتیم و غنی   وہ رؤف و بشیر و نذیر و نبی
وہ رسول و مدثر امین ہاشمی   وہ ہے اُمّی لقب ابطحی، متقی

جس کے محمود، احمد، محمد ہیں نام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

مُناجات

اے خدا مالکِ آسمان و زمیں — صاحبِ لوح و کرسی و عرشِ بریں
ذکر تیرا مبارک حیات آفریں — جاں فزا، دل کشا، دل کش و دل نشیں

پاک تیری صفت پاک تیرا ہے نام
تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

خالقِ دو جہاں ربِ کون و مکاں — جن و انس و مَلک تیرے منت کشاں
رحم کرتا ہے تو ہے بڑا مہرباں — تیرے در پر ہی ملتی ہے سب کو اماں

تیری رحمت پہ قائم ہے عالم تمام
تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

تیرے در کے سوا اور کوئی در نہیں — کوئی تجھ سے بڑا اور برتر نہیں
کوئی تیرا شریک اور ہمسر نہیں — جو جھکے اور کہیں وہ مرا سر نہیں

پاک سب سے ہے تو اے خدائے انام
تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

دونوں عالم میں روشن ترا نام ہو　　دن بہ دن ہر طرف غالب اسلام ہو
ہم سے یارب ترے دین کا کام ہو　　بہتر آغاز ہو نیک انجام ہو

ساری دنیا میں جاری ہو حق کا نظام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

لمحہ لمحہ ہر انسان کی خیر کر　　ہر نفس ہر مسلمان کی خیر کر
دم بہ دم اہلِ ایمان کی خیر کر　　قلب کی خیر کر جان کی خیر کر

عافیت سے رہیں سب خواص و عوام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

سارے محروم و مظلوم بے کس سقیم　　بے سہارا غریب اور بیوہ یتیم
تیری رحمت کے محتاج ہیں اے کریم　　ان غریبوں پہ فرما تو لطفِ عمیم

جو مسافر ہوں اُن کا سفر کر تمام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

تو ہمارے عزیزوں کے دل شاد رکھ　　ہر غم و فکر سے ان کو آزاد رکھ
اپنے رحم و کرم سے انھیں یاد رکھ　　خیر و برکت کے ساتھ ان کو آباد رکھ

ہم محلہ کو یارب نہ رکھ تشنہ کام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

رحم والد پہ کر ہر نفس ہر قدم — والدہ پر ہمیشہ کر اپنا کرم

جن پہ قرباں دل وجاں کرتے ہیں ہم — جن کے قدموں تلے ملک وجاہ وحشم

ان کو آغوش رحمت میں لے صبح وشام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

ان بزرگوں نے بچپن میں پالا ہمیں — لمحہ لمحہ انھوں نے سنبھالا ہمیں

غم اٹھا کر دکھوں سے نکالا ہمیں — ہر قدم ہر نفس دیکھا بھالا ہمیں

ان بزرگوں پہ یارب کرم کر مدام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

آل واولاد کو گھر کی زینت بنا — تو ہمارے لیے ان کو رحمت بنا

ٹھنڈک آنکھوں کی کر دل کی راحت بنا — عمر بھر باعث خیر و برکت بنا

تو بنا ہم کو مردان حق کا امام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

تو بچا ان کو فتنوں سے آفات سے — ہر برے کام سے ہر بری بات سے

ان کو محفوظ رکھ تو خرافات سے — نہ ہوں دوچار وہ سخت حالات سے

ہوں نہ گمراہ وہ اور نہ ہوں بے لگام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

اے خدا ہم کو مردِ حق آگاہ کر   صاحبِ عقل و فہم و خود آگاہ کر
راہ دکھلا کے ہم کو نہ گمراہ کر   ہم سے یارب کسی کو نہ بے راہ کر

ہم سے لے زندگی بھر ہدایت کا کام
تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

ہم کو تو ان میں کر توبہ کرتے ہیں جو   اور دل و جان سے تجھ پہ مرتے ہیں جو
ہم کو تو ان میں کر تجھ سے ڈرتے ہیں جو   تجھ کو شام و سحر یاد کرتے ہیں جو

ہم کریں پیروی رسولِ انام
تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

ہم کو یارب زبانِ گہربار دے   ہم کو حسنِ یقیں، جذبۂ کردار دے
صدق و اخلاص دے ذوقِ ایثار دے   چشمِ بینا دے اور قلبِ بیدار دے

کر ہمیں خیرخواہ خوش دل و خوش کام
تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

علم دے رزق دے ہر مرض دور کر   دل کو ذکرِ الٰہی سے معمور کر
ہر غم و فکر کو ہم سے کافور کر   تو ہے ستار ہر عیب مستور کر

دے خوشی و مسرت ہمیں صبح و شام
تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

نور ہے تو، ہمیں نورِ ایمان دے　　　نور ہے تو، ہمیں نورِ عرفان دے

نور ہے تو، ہمیں نورِ قرآن دے　　　نور ہے تو، ہمیں نورِ ہر آن دے

نور وہ جس سے روشن ہوں اعضا تمام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

حسنِ اخلاق دے حسنِ اعمال دے　　　ہم کو دولت و ثروت و زر و مال دے

خیر و برکت ہمیں ہر مہ و سال دے　　　صحت و عافیت ہم کو ہر حال دے

کر ہمیں نیک خو نیک دل نیک نام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

شکر ہر دم کریں تیرے انعام پر　　　صبر سے کام لیں رنج و آلام پر

ہم جئیں تو جئیں دینِ اسلام پر　　　موت آئے تو آئے ترے نام پر

دین پر ہم کو ثابت قدم رکھ مدام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

عمر و ایمان میں بخش برکت ہمیں　　　دے شب و روز ذوقِ عبادت ہمیں

کر عطا نیک سے نیک عادت ہمیں　　　دے دُعا مانگنے کی سعادت ہمیں

ہم کریں خدمتِ خلق کا اہتمام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

زہد و تقویٰ کی نعمت ہمیں چاہیئے
ہر نفس تیری الفت ہمیں چاہیئے

نیک کاموں سے رغبت ہمیں چاہیئے
دین و دنیا کی عزت ہمیں چاہیئے

کر ہمیں صاحبِ عزم و عالی مقام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

کر سبکدوش تو قرض کے بار سے
فقر و افلاس کی ذلّت و عار سے

تو بچا ہر مصیبت سے آزار سے
ہر طرح کی فلاکت سے ادبار سے

ہم مصیبت میں آئیں غریبوں کے کام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

ہم کو محفوظ رکھ بُخل و نسیان سے
کفر و شرک و نفاق اور عصیان سے

جھوٹ غیبت حسد اور بہتان سے
سُود و رشوت غضب اور طغیان سے

ہم بچیں کبر و سستی ریا سے مُدام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

نفس و شیطان سے ہم کو محفوظ رکھ
حاسد انسان سے ہم کو محفوظ رکھ

موذی حیوان سے ہم کو محفوظ رکھ
دشمنِ جان سے ہم کو محفوظ رکھ

تیرے حفظ و اماں میں رہیں صبح و شام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

تو بچا ہم کو کم یابیٔ مال سے ضعفِ پیری کے تکلیف دہ حال سے

فتنہ گر شر پسند دل کی ہر چال سے تو بچا ہم کو تکلیف و جنجال سے

سرکشوں کو الٰہی نہ کر بے لگام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

اے خدا ہر طرف ظلم کا راج ہے جو ہے ظالم وہی صاحبِ تاج ہے

عدل پامال بے رحم تاراج ہے بے کسوں پر تشدد روا آج ہے

ظلم کرتے ہیں جو ان سے لے انتقام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

بوجھ ہم پر نہ رکھ جس کی طاقت نہ ہو کام وہ تو نہ لے جس کی ہمت نہ ہو

اس جہاں میں ہماری بُری گت نہ ہو غیر کے سامنے ہم کو ذلت نہ ہو

ساری دُنیا ہمارا کرے احترام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

ناگہاں کوئی آئے نہ ہم پر بلا غرق ہم کو نہ کر آگ میں مت جلا

ہم نہ دب کر مریں زلزلہ تو نہ لا سخت امراض میں کر نہ تو مبتلا

دق ہو یا برص یا اکلہ یا جذام

تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

لب پہ کلمہ ہو جاری دمِ واپسیں　　دل میں ہو تیرے عفو و کرم کا یقیں
وقت ہو جانکنی کا حسیں سے حسیں　　ہاتفِ غیب بولے کہ "شاباش آفریں"

دیں فرشتے ہمیں مغفرت کا پیام
تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

قبر میں روشنی ہو ترے نام سے　　پیش منکر نکیر آئیں اکرام سے
تو بچا قبر میں ہم کو آلام سے　　ہم قیامت تلک سوئیں آرام سے

بادِ رحمت کے جھونکے چلیں صبح و شام
تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

حشر میں کر نہ ہم پر عتاب اے خدا　　تو نہ لے سخت ہم سے حساب اے خدا
تو نہ دے ہم کو کوئی عذاب اے خدا　　ہم پہ کر فتح جنت کا باب اے خدا

آگ دوزخ کی کر ہم پہ یارب حرام
تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

ہر نفس آبِ کوثر کا ساغر ملے　　لذتِ دید روئے منور سے ملے
ہم کو جنت میں قربِ پیمبر ملے　　تیرے دیدار کا لطف اکثر ملے

سلسبیل اور تسنیم کے بخشیں جام
تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

اے خدا تیرے لطف و کرم پر نثار　　تیری رحمت پہ ہر ہر قدم پر نثار
عرش و کرسی و لوح و قلم پر نثار　　تیرے محبوب شاہ امم پر نثار

اس مناجات کو کر دے مقبول عام
تو ہمارا ہے مالک ترے ہم غلام

ایک زائرِ حرم سے

۱۹۶۲ء میں اللہ تعالیٰ نے برادرِ عزیز مولوی محمد رابع ندوی کو زیارتِ حرمین کی سعادت نصیب فرمائی تھی، مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران ان کو یہ نظم ارسال کی گئی تھی۔

(یہ عبارت خود مولانا نے تحریر فرمائی تھی)

میرے عزیز بھائی تم کو سلام پہنچے ۔۔۔ بعد از سلام میرا تم کو پیام پہنچے

تم کو بہت مبارک کعبہ کی ہو زیارت ۔۔۔ قابل ہے رشک کے جو تم کو ملی سعادت

جتنا بھی فخر تم کو محسوس ہو وہ کم ہے ۔۔۔ بس میں نہیں کسی کے، اللہ کا کرم ہے

اس وقت تم جہاں ہو وہ ہے مقامِ رحمت ۔۔۔ مینہ کی طرح برستی ہے صبح و شام رحمت

ہے ایک کام تم سے میرا اگر کرو تم ۔۔۔ بھولوں نہ عمر بھر میں احسان گر کرو تم

مجھ کو بھی یاد رکھنا شام و سحر دعا میں ۔۔۔ کعبہ کے پاک در پہ عرفات میں منا میں

تم وہ صفا پہ چڑھ کر کعبہ ہو جب کہ رُخ پر ۔۔۔ مروہ کی سیڑھیوں پر سعی میں رہ گزر پر

میزاب کے سایہ میں بھی اندرِ حطیم کے بھی ۔۔۔ رکنِ یمانی چھو کر در پہ کریم کے بھی

دیوار سے لگا کر سینے کو ملتزم پر ۔۔۔ چل کر مطاف میں پھر رُک کر مراک قدم پر

پردہ سے تم لپٹ کر آنسو بہا کے کہنا کعبہ کے پاک در پر سر کو جھکا کے کہنا

بیت عتیق کے رب اپنے کرم کا صدقہ اور رحمت و محبت بے کیف و کم کا صدقہ

تو نے مجھے بلایا تیرا بہت کرم ہے ایک اور مضطرب ہے جو مبتلائے غم ہے

بے تاب ہو رہا ہے اس کو بھی تو بلا لے دنیا سے دل ہٹا کر اپنا ہی تو بنا لے

دن رات جا کے زمزم تم بار بار پینا میری طرف سے بھی تم دو چار بار پینا

للہ میری جانب سے بھی طواف کرنا آنسو جو چند نکلیں نذر غلاف کرنا

ہوگا نزول گو عرش رحمت کا روز ہوگا قلب و زباں میں پیدا جب درد و سوز ہوگا

تم بے قرار ہو کر سجدے میں جب پڑے ہو پہلو بدل رہے ہو مبہوت سے کھڑے ہو

اشکوں سے بھیگ جائیں جب حاجیوں کے دامن ایسی جھڑی لگی ہو بھادوں ہو یا کہ ساون

چیخوں سے اپنی حاجی تھرا دیں جب فضا کو جب رحم آئے سب پر بے ساختہ خدا کو

ہوگا وہ ایسا عالم ہر سمت نور ہوگا قلب و نظر پہ طاری کیف و سرور ہوگا

ایسے ہی پیارے عالم میں مجھ کو بھی یاد رکھنا ذکر و دعا ہے للہ مجھ کو بھی ساتھ رکھنا

اللہ تم کو ہر دم اپنی امان میں رکھے اپنا بنا کے تم کو دونوں جہاں میں رکھے

حج کا سفر تمھارا صد بار ہو مبارک

جانا بھی ہو مبارک آنا بھی ہو مبارک

ایک زائرِ حرم کے تاثرات

برادرِ عزیز مولوی سید محمد الحسنیؒ کو حج کی نعمت نصیب ہوئی، جب وہ حج سے واپس آئے تو اپنے تاثرات بیان کئے، وہ تاثرات حسب ذیل اشعار میں بیان کئے جاتے ہیں۔

زہے بخت ہم بھی حرم دیکھ آئے / خدا کا کرم تھا کہ ہم دیکھ آئے

خوشا کعبۂ محترم دیکھ آئے / طواف اس کا ہم دم بہ دم دیکھ آئے

لپٹ کر اور آنکھوں سے آنسو بہا کر / درِ کعبہ و ملتزم دیکھ آئے

مقامِ ابراہیم اور سنگِ اسود / انھیں دیدہ و دل بہم دیکھ آئے

صفا اور مروہ حطیم اور زمزم / مطاف اور صحنِ حرم دیکھ آئے

کھڑے ہو کر میزابِ رحمت کے نیچے / گھٹا رحمتِ حق کی ہم دیکھ آئے

منیٰ اور مزدلفہ عرفات جاکر / خدا کا کرم ہر قدم دیکھ آئے

خدا کے حضور اہلِ ہوش و خرد کو / بچشمِ تر و سر بہ خم دیکھ آئے

مدینہ کی پاکیزہ گلیوں میں پھر کر / مدینہ کے اہلِ کرم دیکھ آئے

بقیع و احد کے مقابر مشاہد / انھیں جا کے با چشمِ نم دیکھ آئے

یہ منبر سے تا روضہ جنت کی کیاری — اسے دیکھا گویا ارم دیکھ آئے
لبوں پر درود و سلام مسلسل — حضورِ شفیع الامم دیکھ آئے
بیاں کر نہیں سکتے کیفیت اس کی — مواجہ پہ جا کر جو ہم دیکھ آئے

دیارِ حرم الغرض ہم پہنچ کر
خدا کا کرم ہی کرم دیکھ آئے

جسے کہتے ہیں کیف و مستی کا عالم — وہ عالم خدا کی قسم دیکھ آئے

خوشی پھر کوئی انتہا ہے خوشی کی

مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب کی سفرِ حج سے واپسی کے موقع پر مندرجہ ذیل اشعار کہے گئے۔

از: مرتب

زہے قسمت آئی گھڑی وہ خوشی کی — کہ حج سے ہوئی آج آمد کسی کی[1]

تمھیں مولوی مرتضیٰ ہو مبارک — بخیر و سلامت خوشی واپسی کی

صدیق مکرم! ہو مقبول بے حد — یہ حج اور زیارت دیارِ نبیؐ کی

نکالے بہت دل کے ارمان تم نے — ہوئیں پوری سب حسرتیں زندگی کی

نظر بھر کے دیکھا ہے تم نے وہ کعبہ — جو اپنی مثال آپ ہے دل کشی کی

لپٹ کر کے روئے بہت ملتزم پر — دعاؤں میں تم نے نہیں کچھ کمی کی

دیا صبح و شام حجرِ اسود کو بوسہ — زیارت مقامِ براہیم کی کی

طوافوں کا دن رات اک مشغلہ تھا — صفا اور مروہ پہ جا کر سعی کی

منیٰ اور عرفات کی سرزمیں پر — بہت چشم پُر آب سے بندگی کی

---

[1] مولانا محمد مرتضیٰ صاحب

روانہ ہوئے جب دیارِ مدینہ — بہ شوقِ دیدار، جذبے کلی کی
بتاؤ جو پہنچے تھے بابِ عسلی پر — تو کیا انتہا تھی تمھاری خوشی کی
نظر تم کو آیا تھا جب سبز گنبد — تھی کتنی مبارک گھڑی زندگی کی
لگائی تھی جب خاک آنکھوں سے تم نے — مدینہ کی پیاری گلی در گلی کی
وہ لرزیدہ لرزیدہ چلنا حرم میں — کہ بیٹھی ہے دربار میں اُمتی کی
وہ جنت کی کیاری گئے پُر کیف لمحے — جہاں ہر گھڑی ہوگی دل بستگی کی
سلاموں کے تحفے کئے پیش تم نے — مواجہ پہ خدمت میں پیارے نبیؐ کی
محبت میں آنکھوں سے آنسو تھے جاری — زہے بخت بن آئی دل کی کلی کی
خدارا بتاؤ کہ ان حالتوں میں — تمھیں یاد آئی کبھی کیا کسی کی[1]
کہا کیا؟ کہ تم ہر جگہ یاد آئے — یہ تھا حق بھی مجھ پر تھی خواہش بھی جی کی
بہت شکریہ، میں تمھیں یاد آیا — ہے سچی علامت یہی دوستی کی

کیا حج بفضلِ خدا لوٹ آئے
خوشی، پھر کوئی انتہا ہے خوشی کی

---

[1] مولانا محمد ثانی حسنی رح

ہماری چند مطبوعات

از: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

کاروان زندگی (سات حصے)
مطالعہ قرآن کے اصول و مبادی
خواتین اور دین کی خدمت
دعائیں (قرآن وحدیث کی دعاؤں کا مجموعہ)
سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری
کاروان ایمان و عزیمت
دو ہفتے ترکی میں
سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی
ذکر خیر (والدہ کا تذکرہ)
اپنے گھر سے بیت اللہ تک
اصلاح حیات

از: امۃ اللہ تسنیم

زاد سفر (ریاض الصالحین کا ترجمہ) دو جلدیں
باب کرم
قصص الانبیاء (بچوں کے لئے) چار حصے
ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم (اردو، ہندی)
موج تسنیم (نعتوں کا مجموعہ)

از: محمد یوسف خیر النساء بہتر

کلید باب رحمت (مناجاتوں کا مجموعہ)
حسن معاشرت
ذائقہ

از: مولانا محمد الحسنی

تذکرہ شاہ علم اللہ

از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی

سماج کی تعلیم و تربیت

از: مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی
(سابق ناظم ندوۃ العلماء)

نور الایمان
تعلیم الاسلام
نماز سمجھ کر پڑھئے (از ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی)

از: مولانا محمد ثانی حسنی

سیرت خلیل
زبان کی نیکیاں
گلدستۂ حمد و سلام
لبیک اللہم لبیک

از: مولانا عبدالماجد دریابادی

بشریت انبیاء

از: مولانا محمد ادریس نگرامی ندوی

تعلیم القرآن

از: مولانا غلام رسول مہر

خلافت راشدہ

از: محمد حمزہ حسنی ندوی

تذکرہ حضرت سید احمد شہید

از: مولانا حبیب الرحمن خان شیروانی

سیرت الصدیق

از: مولانا اشرف علی تھانوی

اعمال قرآنی

از: مولانا عبدالرحمن امرتسری

کتاب الصرف
کتاب النحو
ہدایۃ النحو

ناشر: مکتبہ اسلام ۲۰۴۔ گوئن روڈ، لکھنؤ